هفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان

بانی: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ مولانا عبید اللہ انور



تبلیغ نمبر

مدیر مسئول

مجاہد الحسینی

ہدیہ 1/25


بسم الله الرحمن الرحيم
ن والقلم وما يسطرون
۱۳۹۱ھ

مندرجات


يا أيها الذين آمنوا ادخلوا في السلم كافة
ولا تتبعوا خطوات
الشيطان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

جلد ۱۷
شمارہ ۱۹

۲۶ رجب ۱۳۹۱ھ
۱۷ ستمبر ۱۹۷۱ء

دعوت و تبلیغ اسلام کا فریضہ

ارباب حکومت، اہل ثروت، علماء اور ارباب فکر و نظر کے لیے لمحۂ فکریہ!

اسلام کی توسیع و اشاعت اور اس کا عملاً نفاذ مملکت اسلامیہ پاکستان کا مقصدِ قیام بیان کیا گیا تھا اور مختلف جلسے، جلوسوں میں عام طور پر یہ نعرہ بھی سننے میں آتا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ —— لیکن —— جب اس مملکت کے نشر و اشاعت کے اداروں اور دعوت و ابلاغ کے وسائل و ذرائع کا جائزہ لیا جائے تو ہر شخص زبانِ حال سے پکار اٹھتا ہے کہ اس طرزِ عمل کا "اسلام" سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ نشریات کے حکومتی محکمے ہوں یا ابلاغ و اشاعت کے قومی اور ملّی ادارے، سیاسی جماعتیں ہوں یا قومی تنظیمیں، اکثر و بیشتر کے ہاں اپنے مفادات کا تحفظ ہی مقدم ہے اور خداوند تعالےٰ کی رضا جوئی اور اس کے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور اطاعت کا جذبہ بالکل مفقود نظر آتا ہے۔ کاروباری اور تجارتی ادارے مختلف وسائل و ذرائع کے ساتھ لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ صرف اپنی مصنوعات کی تشہیر پر بے دریغ خرچ کر رہے ہیں۔ اپنی ذاتی عظمت و وجاہت اور اپنی چیزوں کو چمکانے کے لیے ہر ممکن تدبیر اختیار کی جا رہی ہے۔ لیکن —— وہ اسلام —— جس کے مقدس نام پر یہ مملکت معرض وجود میں آئی۔ اور ۱۹۶۵ء میں جس کے سہارے اس مملکت اور اس کے باشندوں کو تحفظ نصیب ہوا۔ عمومی سطح پر اس کی توسیع و اشاعت اور حکومتی سطح پر اس کے عملاً نفاذ کے لیے سرد مہری اور تاخیر

کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے — یہاں اسلام — ایک مظلوم کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ جس کے تقدس کا سہارا تو بڑھ چڑھ کر لیا جاتا ہے لیکن خود اسے سہارا دینے اور اس کی تبلیغ و اشاعت کی بہت کم کوششیں ہو رہی ہیں۔ غنیمت ہے کہ ذاتی مفادات کے تحفظ کے اس تاریک دور میں بھی کہیں کہیں روشنی کی کرن دکھائی دیتی ہے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ماحول سے الگ تھلگ اور جلب منفعت کی دوڑ سے دامن بچا کر کفر و باطل کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں اور بے دینی کی یلغار میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے کام کو اجاگر کرنے اور اقصائے عالم میں اسے چمکانے کی مقدور بھر کوشش کر رہے ہیں۔

یہ کام جس قدر عظمت والا اور یہ فریضہ جتنا اہم ہے، اس کے تقاضے بھی اتنی ہی زبردست اہمیت رکھتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ "تبلیغ اسلام" کے فریضہ کو حالاتِ حاضرہ کے تقاضوں کے ہم آہنگ بنانے اور تبلیغی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے موجودہ "نظام کار" کا نئے سرے سے جائزہ لیا جائے اور تبلیغی امور کی انجام دہی میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اسلام کے صحیح عقائد و نظریات کے خلاف جہاں کہیں سے حملے ہو رہے ہیں ان کا مسکت جواب دیا جائے اور قرونِ اولیٰ و دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح ہر محاذ پر اسلام کی عظمت و عزت کے لیے پوری محنت اور وسعت فکر سے کام لیا جائے۔ اس باعظمت کام کے لیے مبلغینِ اسلام کی ایسی تربیت یافتہ جماعتوں کی ضرورت ہے جو مختلف زبانوں میں تبلیغ و خطاب، تحریر و اشاعت اور تعلیم و تدریس کے ہر محاذ پر اسلامی عظمت کے نقوش قائم کر سکیں۔ اور ان مقدس مقاصد کی تکمیل کے لیے اربابِ حکومت و اختیار، اہل ثروت، علماء اور اصحابِ فکر و نظر کا خصوصاً اور عامۃ المسلمین کا عموماً ملی و ملکی فریضہ ہے کہ وہ اپنے تمام تر وسائل و ذرائع تبلیغِ اسلام کے لیے وقف کر دیں — اور اس سلسلہ کی تمامتر ضروریات (خواہ وہ ملکی ہوں یا غیر ملکی) کی تکمیل میں کسی نوعیت کی غفلت یا کوتاہی سے کام نہ لیں۔ یہی ایک صورت ایسی ہے جس کے ذریعہ ہم اسلام کا تحفظ بھی کر سکتے ہیں اور مملکتِ اسلامیہ پاکستان کی سالمیت بھی قائم رہ سکتی ہے۔

مبلّغینِ اسلام کی درجہ بندی

اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے دو طبقات کا وجود لازمی ہے۔ ایک وہ

جو اصحابِ صُفّہ رضی اللہ عنہم کی طرح اپنی پوری زندگی ہی اس مقدس کام کی تکمیل میں صرف کر دے اور دوسرا وہ جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اپنے دنیاوی امور بھی سرانجام دے اور اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر تبلیغِ اسلام کے لیے اطرافِ عالم میں پھر کر تمام انسانوں کو دینِ محمدیؐ کی دعوت دے۔

فی زمانہ اسلام کی دعوت و تبلیغ کا جو کام ہو رہا ہے وہ چند افراد تک محدود نظر آتا ہے۔

اندازہ لگائیے کہ دس بارہ کروڑ کی آبادی میں گنتی کے چند علماء اور دیگر اصحاب اس عنوان پر جد و جہد کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر شہر اور ہر قصبہ میں ایسے مبلّغینِ اسلام موجود ہوں، تبلیغ و اشاعتِ اسلام جن کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہو اور اسی مقدس مشن کی تکمیل کے لیے ان کی زندگیاں وقف ہوں۔

ثانیاً یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دوسرے طبقے کی طرح ملّتِ اسلامیہ کے ہر فرد پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی کاروباری مصروفیات اور دنیاوی مشاغل سے کچھ وقت نکال کر اندرون اور بیرونِ ملک تبلیغِ اسلام کے لیے ضرور وقت صَرف کریں۔

نیز — اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے خط و کتابت اور نشر و اشاعت کے ذریعہ بھی تبلیغ کا فریضہ ادا کرکے وقت کے جدید ترین تقاضوں کو پورا کرنا ازبس ضروری ہے تاکہ ہم "خیرِ امّت" کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو کر عنداللہ سرخرو ہو سکیں۔

مجاہد الحسینی


وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين

رائے ونڈ مرکزِ تبلیغ دین

حافظ نور محمد انور

سرزمینِ رائے ونڈ اے مرکزِ تبلیغِ دیں
مطلعِ رشد و ہدایت منبعِ علم و یقیں

کتنا اونچا ہے زمینِ پاک میں تیرا مقام
اہلِ دیں کا ہر گھڑی رہتا ہے تجھ میں اژدہام

ہے اگر مرکز سہارنپور ہندوستان میں
تو ہے اہلِ حق کا مرکز ملکِ پاکستان میں

اہلِ حق کے قافلے آتے بھی ہیں جاتے بھی ہیں
خود بھی وہ پاتے ہیں فیض اوروں کو پہنچاتے بھی ہیں

رنگ لائیں حضرتِ یوسفؒ کی خدماتِ جلیل
دے خدائے پاک ان کو حشر میں اجرِ جزیل

اجتماعِ عام تیرا ہے انہی کی یادگار
حشر تک آباد رکھے تجھ کو ربِّ کردگار

ذرّہ ذرّہ ہے سعادت مند تیری خاک کا
تو ہے مسکن عاشقانِ صاحبِ لولاکؐ کا

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۱ رمئی ۱۹۳۸ء کو فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ کا سفر کیا وہاں سے واپسی پر آپ نے مکہ مکرمہ کی تبلیغی جماعت کے ایک کارکن کے نام ان کے استفسار پر ایک مکتوب تحریر فرمایا جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ قیام حجاز کے دوران بھی ہندوستان اور اس کے گرد و نواح میں کام کرنے والی تبلیغی جماعتوں کی کارکردگی کی رفتار سے لاتعلق اور بے خبر نہیں رہے بلکہ دعوتِ حق کے فریضہ کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف رہے۔

محترم بندہ۔ دام مجدکم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آنے کا باعث یہ ہوا کہ مدینہ منورہ میں ۱۵ روز قیام کے بعد میں نے صبح کو چائے پیتے ہوئے کام کو بڑے زور، استقلال اور محکم بنیاد کے ساتھ شروع کرنے کے بعض طریقوں کی طرف توجہ دلائی تو ہمارے جملہ اہل الرائے نے استحکام کے ساتھ جاری ہونے کے لیے کم از کم دو سال کے قیام کو ضروری بتایا جو صحیح تھا۔ میری رائے نے اتفاق کیا۔ لیکن اتنے قیام سے ہندوستان میں جو کام تھا اس کے ضائع ہو جانے کا قوی خطرہ تھا اس لیے یہاں کے کام کو ایسے انداز پر ڈالنے کی نیت ہے کہ جس میں وہاں استقلال سے کام کر سکوں۔ عارضی قیام کی نیت سے واپس ہوا ہوں۔ آپ صاحبوں کو دین محمدی کی اگر حفاظت و بقاء کا صحیح درد ہے اور آپ کے مشاغل سے دین محمدیؐ زیادہ کام کی چیز و کارآمد ہے۔ اور میرا یہ طریقہ آپ کے نزدیک ٹھیک بھی ہے تو میرے اصول کو براہ راست خود سمجھتے ہوئے اور وہاں کی جماعت کے لوگوں کو براہِ راست خود اصول کے سمجھنے کی ترغیب دیتے ہوئے اس کام میں اپنی جانبازی و جان نثاری کے ذریعہ اپنے ایمان کو مضبوط فرمائیں۔ فقط والسلام۔

از بندہ محمد الیاس

نظام الدین دہلی





ایک انقلاب انگیز تحریک

☆ از حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتومنون باللہ ؕ

ترجمہ :- تم سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں ۔ اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو ۔

خیر امت کیوں کہا گیا؟

جتنی امتیں اصلاح خلق اللہ کے لئے دنیا میں بھیجی گئیں ۔ ان سب میں سے بہتر امت سید المرسلین خاتم النبین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اس لئے قرار پائی کہ انہیں جو دستور العمل دیا گیا ۔ زندگی کا جو ہدایت نامہ ان کے سپرد کیا گیا ۔ اور جس جامع و اکمل اور غیر متبدل قانون کی اتباع کا انہیں حکم دیا گیا ۔ وہ بھی سابقہ تمام قوانین سے بہتر، ازلی اور ابدی قانون ہے ۔ فلاح دارین کا یقینی رہنما ، اور واضح ہدایت نامہ ہے ۔ چنانچہ ایسے قانون کے تبع ایسے اعلیٰ و ارفع نظام حیات کے پیروکار اور اس قدر بے مثال قانون پر عمل کرنے والے خیر امت ہی کہلا سکتے تھے ۔

خیر امت کا فریضہ

اب چونکہ یہ امت سب امتوں سے بہتر اور جامع و اکمل دستور زندگی اپنے پاس رکھتی ہے ۔ سب سے زیادہ نیک و پارسا اور تقویٰ شعار بن کر اسے دنیا پر اپنی برتری ثابت کرنا ہے ۔ اس لئے اس کا فریضہ ہے کہ تمام دنیا کو بہتر بننے کی ترغیب دے اور بہتر بنائے ۔ خود برائیوں سے بچے اور دوسروں کو ان سے بچائے ۔ اس امت کے افراد خود بھی اصلی ، کھرے اور سچے ایماندار بنیں اور دوسروں کو بھی اپنے رنگ میں ڈھال کر دکھائیں

دعوت الی الحق کا اثر

برادران عزیز! برائی اگرچہ پوری طرح جڑیں کیوں نہ پکڑ چکی ہو کفر و شرک نے دلوں میں خواہ کیسی ہی تاریکی کیوں نہ پھیلا دی ہو۔ انسان اپنی انسانیت سے کتنا ہی کیوں نہ گزر گیا ہو۔ اور حق و باطل میں امتیاز کی طاقتیں کتنی ہی مردہ کیوں نہ ہو گئی ہوں۔ حق اپنی جگہ حق ہی رہتا ہے اور اسے ایمان و اخلاص کے ساتھ جب بھی پیش کیا جاتے۔ یہ اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا۔ سخت سے سخت منکروں کے سر بھی اس کے آگے جھک جاتے ہیں۔ بڑے سے بڑے مخالف بھی دعوت الی الحق کی تحریک کے سامنے سپر انداز ہو جاتے ہیں۔ اور یہ تحریک کسی طاقت کے روکے بھی ہرگز نہیں رُکتی۔

دعوت حق کے ہتھیار

دعوت الی الحق کے لئے اللہ پر کامل بھروسہ شجاعت قلب، جرأت لسان، زور آور دستِ بازو اور بے پناہ قوت برداشت زبردست ہتھیار ہیں۔ جو دعوت دینے والا ان ہتھیاروں سے لیس ہو کر اور صبر کی ڈھال ہاتھ میں لے کر نبیوں کے طریقے پر چلتے ہوئے اس عزم سے آگے بڑھے گا کہ خواہ کچھ ہی پیش آئے اور خواہ کیسی ہی مشکلات اور زحمتیں سنگ راہ ہوں۔ مگر وہ اپنے مشن کو سنبھالے رہے گا۔ تو وہ کامیاب یقیناً ہو گا اور منزل مراد ہر حال میں بڑھ کر اس کے قدم چومے گی۔

ماضی کی شہادت

برادران محترم! اپنے ماضی پر نظر دوڑائیے اور دیکھئے کہ فاران کی چوٹیوں سے مکہ کا یتیم جب دعوت حق کی صدا لے کر اٹھتا ہے تو اس وقت زمانے کی کیا حالت تھی۔ ابھی ابھی آپ اس حالت کا کچھ نقشہ حالی مرحوم کے اشعار میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اب ان حالات کا جائزہ لیجئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزیمت کا اندازہ کیجئے۔ قرآن مجید کی معجزانہ تعلیم اور دعوت الی الحق کا اثر دیکھئے۔ کس طرح سارے عرب کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ اور حیوانوں سے بدتر مخلوق کیونکر انسانیت کی معلم بن جاتی ہے یقیناً یہ سب کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان معجز بیان کا اثر، نگاہ نبوت کی تاثیر اور تعلیم قرآن کا فیضان تھا۔

یہی دعوت حق کی قرآنی تحریک لے کر جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتگان دنیا کے سامنے گئے تو انہوں نے سارے زمانے میں انقلاب برپا کر کے رکھ دیا اور بقول نپولین بونا پارٹ عرب کے بدوؤں اور محمد کے نام لیواؤں نے آدھی صدی میں آدھی دنیا پر اسلام کا پھریرا لہرا دیا۔

برادرانِ اسلام! ہمارا ایمان ہے کہ آج بھی ہمارے ہاتھوں میں وہی قرآن عزیز موجود ہے جو تقریباً پونے چودہ سو سال پہلے سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت موجود تھا۔ اس میں ذرہ برابر کمی بیشی نہیں ہوئی اور اس کے اندر آج بھی وہی تاثیر موجود ہے۔ جو خیر القرون میں تھی۔ ہمارا یہ بھی پورا یقین ہے کہ اس پر عمل کرنے والوں کی امداد کے جو وعدے خداوند قدوس نے پونے چودہ سو سال پہلے کئے تھے وہ آج بھی اسی طرح ہیں

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ کا طریقِ تبلیغ

موعظہ حسنہ کا ایک زندۂ جاوید واقعہ

★ —— چوہدری صادق علی (ریٹائرڈ فوڈ کنٹرولر) لائلپور

علم دین حاصل کرنے کے لیے ایک طالب علم سالہا سال محنت کرتا ہے۔ جیّد علماء اور اساتذہ مدت مدید تک اپنا دماغ کھپاتے ہیں پھر جا کر کہیں شاگرد رشید میں علمی استعداد پیدا ہوتی ہے۔

جس طرح علم دین حاصل کرنے کے لیے محنت شاقہ درکار ہے اسی طرح تبلیغ دین یعنی علوم دینیہ کا دوسروں تک پہنچانا اور ان علوم کے مطابق عملی زندگی بسر کرنے پر آمادہ کرنا ایک مستقل فن ہے اور اسے حاصل کرنے کے لیے بھی مستقل محنت کی ضرورت ہے۔

دنیاوی تعلیم کا طریق یہ ہے کہ ایک شخص بی اے یا ایم اے کرنے کے بعد ٹریننگ کالج میں داخل ہو کر چند سال میں طریقہ تعلیم سیکھتا ہے اور بی ایڈ کر کے اس قابل ہو جاتا ہے کہ طالب علموں کو بطریق احسن تعلیم دے سکے۔ اسی طرح ہمارے علماء کے لیے بھی ایک ایسا ادارہ ہونا چاہیے جہاں وہ تحصیل علم کے بعد طریقہ تعلیم و خطابت سیکھیں نیز فن تبلیغ میں کما حقہٗ مہارت حاصل کریں۔ ایسے ادارہ سے فارغ ہو کر عملی مہارت کے لیے علماء کرام کو کم از کم ایک سال تبلیغی جماعت میں کام کر کے عملی طور پر تبلیغ اسلام کی مہارت حاصل کرنی چاہیے۔ کیونکہ علماء کرام کا کام صرف درس و تدریس ہی نہیں ہے بلکہ ان کے ذمّہ مبلّغ حضرات کی رہبری اور قیادت کا مقدّس فریضہ بھی ہے۔ ویسے تو ہر مسلمان خواہ وہ عالم دین ہو یا اَن پڑھ اسے تبلیغ کا فریضہ ادا کرنا ضروری ہے۔ علماء کرام کی جماعت کو تو اپنی تمام عمر درس و تدریس اور تبلیغ دین میں صرف کرنی چاہیے۔

ولتکن منکم امّۃ یدعون الی الخیر (قرآن)

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو اپنی زندگی کو دعوتِ خیر میں صرف کرے۔

باقی عام مسلمانوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اگر اپنا تمام وقت تبلیغ دین میں نہیں دے سکتے تو اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر کچھ عرصہ کے لیے گاہے بگاہے اس کارِ خیر میں حصہ لیں۔ کیونکہ دعوتِ دین تمام امتِ مسلمہ کے ذمہ فرض ہے بلکہ اس امت کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ وہ دنیا بھر کے انسانوں کو پیغامِ حق کا پیغام دے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (قرآن)

عوام کے لیے بھی ضروری ہے کہ علماء حق کی صحبت میں رہ کر احسن طریقہ سے تبلیغ کرنے کا فن سیکھیں۔ بغیر صحیح تربیت کے اگر کوئی شخص اس اہم کام کو کرنے لگے گا تو عوام کو فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا۔ لہٰذا دعوتِ حق کے نازک کام کی حکمتوں کو سیکھنا اشد ضروری ہے۔ کلام رب العالمین میں بھی یہی حکم کیا گیا ہے۔

اُدْعُ إِلٰى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔

اپنے رب کے دین کی دعوت حکمت و موعظت سے دے۔

صحیح طریقۂ تبلیغ

صحیح طریقۂ تبلیغ کو قرآن پاک کی اصطلاح میں حکمت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ راقم الحروف نے اپنی عمر کے چند سال ان علماء کی صحبت میں گزارے ہیں جو اس حکمت تبلیغ کے ماہر تھے مثلاً حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلویؒ، حضرت مولانا کریم بخش صاحب مظفرگڑھی پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دعاجو دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ محقق علماء کی صحبت میں رہ کر جو چیز اس عاجز بندہ نے حاصل کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مبلغ کے دل میں مخلوق کے ساتھ محبت کا جذبہ موجزن ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رب العالمین کے ہر پیغمبر نے سب سے پہلے یہ اعلان کیا۔ يَا قَوْمِ إِنِّي أَنْصَحُ لَكُمْ۔ (اے میری قوم! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں) (اور خیر خواہ ہوں)۔

دوسری بات یہ ہے کہ مبلغ کے کلام میں نرمی ہونی چاہیے اور بات نہایت اخلاق کے ساتھ کرنی چاہیے۔

الدّین کلہ اخلاق (دین تمام کا تمام اخلاق ہی تو ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (مجھے تو اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے ہی بھیجا گیا ہے)

حق تعالیٰ نے بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان عالی مقام الفاظ سے سرفراز کیا ہے:

اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عظیم (بیشک آپ خلقِ عظیم کے مالک ہیں)

امتِ رسولِ ہاشمی کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی ہدایت کی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق تمہارے لیے ایک نمونہ ہیں اور تمہیں اس نمونے کو اختیار کرنا چاہیے۔

وَلَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ (القرآن)

مبلّغ کا تو کام ہی یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حمیدہ اختیار کرنے کے لیے دنیا کے تمام انسانوں کو ترغیب دے۔ ظاہر ہے کہ اخلاق ہی سے اخلاق پھیل سکتا ہے بداخلاقی سے کبھی بھی اخلاق نہیں پھیل سکتا۔

حضرت لاہوریؒ کے چند واقعات

امروزہ صحبت میں شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کی زندگی کے چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔ کہ کس طرح انھوں نے اہل لاہور کو حکمت اور اخلاق سے قرآن پاک کی تعلیمات سے روشناس کرایا اور کس طرح غیر شرعی رسم و رواج کو چھوڑ کر زندگی کے ہر شعبہ میں سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے کی تبلیغ کی ؎

گر برائے حق صحبت سال ہا
باز گو حالے ازاں خوش حال ہا
تا زمین و آسمان خنداں شود
عقل و روح و دیدہ صد چنداں شود

(یہ اشعار مولانا روم نے اپنے پیر و مرشد شاہ شمس الحق تبریزی کی مجالس کے متعلق فرمائے ہیں ہم گنہگار انسان اپنی استعداد کے مطابق حضرت لاہوریؒ کی صحبتوں کے متعلق بھی یہی جذبات رکھتے ہیں۔ لہٰذا اپنے جذبات کو مولانا رومیؒ کے الفاظ میں پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

"گر قبول افتد زہے عزّ و شرف"

پہلی جنگِ عظیم کے دوران حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کو انگریزوں نے قید میں ڈال دیا تھا تاکہ وہ حکومت برطانیہ کے خلاف لب کشائی نہ کر سکیں۔ ریشمی رومال کی تحریک میں حصہ لینے کی پاداش میں یہ تمام حضرات پابند

سلاسل کر دیے گئے تھے۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد حکومت برطانیہ نے حضرت لاہوریؒ کو لاہور لا کر حکم دیا۔ کہ آپ اس شہر سے باہر اپنی سرگرمیاں جاری نہیں رکھ سکتے۔ چنانچہ حضرت مولانا کو مجبوراً لاہور میں رہائش پذیر ہونا پڑا۔

شیرانوالہ گیٹ کے اندر چھوٹی سی مسجد میں قرآن پاک کا درس جاری کر دیا۔ یہ مسجد اب بھی موجود ہے اور بڑی مسجد جو بعد میں تعمیر ہوئی اس کے پہلو میں ہے

راقم الحروف ۱۹۲۶ء میں لاہور تعلیم حاصل کرنے کے لیے آیا اور اس وقت صرف پندرہ سال کی عمر تھی نو دس سال تعلیم ہی کی غرض سے مستقل لاہور میں رہا اور پھر ملازمت اختیار کرنے کے بعد بھی حضرت لاہوریؒ کے پاس اکثر حاضر ہوتا رہا

لہٰذا ۱۹۲۶ء سے لے کر حضرت کی وفات تک ان کی صحبت میں رہنے اور علمی استفادہ کرنے کا موقع ملتا رہا۔

ابتداء میں جب حضرت شیخ التفسیرؒ نے درسِ قرآن اور جمعہ کے خطاب سے اہلِ لاہور کو مستفید کرنا شروع کیا۔ اس وقت ایک اور عالم بھی دہلی دروازہ کے اندر مقیم تھے جو دیوبندی مکتبِ فکر کے علماء سے اختلاف رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں اہل لاہور پر اُن مولانا صاحب کا خاصہ اثر تھا کیونکہ سالہا سال سے وہ یہاں مقیم تھے۔

کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔ المعاصرۃ رأس المخالفۃ۔ یعنی معاصرت تمام اختلافات کی جڑ ہے۔

دہلی دروازے والے مولانا صاحب کو یہ ناگوار گزرا کہ کوئی اور عالم ان کا حریف بن کر اہالیانِ شہر لاہور کو اپنی طرف مائل کرے چنانچہ مولانا موصوف نے حضرت لاہوریؒ کے خلاف پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا۔ اور جمعہ کی تقریروں اور دیگر اجتماعات میں حضرت مولانا احمد علیؒ کو وہابی، بے دین وغیرہ کے خطابات سے یاد کیا جاتا۔

ادھر حضرت لاہوریؒ ہر جمعہ میں ایک جامع تقریر فرماتے قرآن پاک کی کسی آیت کی تفسیر ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اسوہ حسنہ مستند احادیث نبویؐ کے حوالہ جات سے بیان کیے جاتے۔ کبھی بھی حضرت لاہوریؒ نے ان مولانا صاحب کے عائد کردہ الزامات کی تردید اپنی تقریر میں نہ کی۔ گویا کہ انہوں نے سنا ہی نہیں کہ ان کے خلاف فلاں مولانا صاحب نے کیا کیا فرمایا ہے۔ یہ سلسلہ کافی دیر

تک چلتا رہا۔ راقم الحروف چونکہ اس زمانہ میں کالج میں پڑھتا تھا اور انگریزی خواں طبقہ سے رابطہ رہتا تھا نوجوانوں کی زبان سے اکثر یہ لفظ سُننے کہ اگر قرآن سننا ہو تو شیرانوالہ دروازہ جا کر حضرت لاہوریؒ سے سن لو اور اگر گالیاں اور الزامات سننے ہوں تو دہلی دروازہ چلے جاؤ۔ رفتہ رفتہ اہل لاہور پر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت واضح ہو گئی اور پڑھے لکھے حضرات میں سے بہت سے لوگ اُن کے درس سے استفادہ کرنے لگے۔ علامہ علاؤالدین صدیقی وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی، حاجی چوہدری عبدالرحمٰن (مرحوم) اسسٹنٹ سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب، حافظ فضل الٰہی صاحب ایم اے وغیرہ حضرات اسی خوش قسمت طائفہ میں سے تھے۔ جوں جوں حضرت لاہوریؒ کے معتقدین کی تعداد بڑھتی گئی توں توں وہ مولانا صاحب جو دہلی دروازہ کے اندر مقیم تھے ان کا جوش رقابت بڑھتا گیا ان کے معتقدین شیرانوالہ دروازہ کے اندر رہتے تھے اور ان کی تعداد خاصی تھی۔ اُن کی تقاریر سن کر جاہل مریدین میں جوش انتقام بھڑک اٹھا اور انہوں نے مل کر کوشش کرنی شروع کر دی کہ حضرت لاہوریؒ

کو شیرانوالہ دروازہ کی مسجد سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ محلہ بثہاں والا کے کچھ لوگ اس پر آمادہ ہو گئے کہ حضرت جی کو فوراً مسجد سے نکال دیا جائے۔ اور دوسری طرف حضرت لاہوریؒ کے معتقدین جو شیرانوالہ دروازہ رہتے تھے اور روزانہ درس سے فیض حاصل کر رہے تھے انھوں نے مزاحمت کی پہلے کچھ دن تو معمولی تکرار ہوتا رہا اور وہ بھی اس وقت جب حضرت لاہوریؒ درس دے کر چلے جاتے ایک دن بات طول پکڑ گئی۔ اور حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ دنگہ فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ دونوں طرف سے لوگ لاٹھیاں وغیرہ اٹھائے ہوئے تھے کہ کسی نے حضرت لاہوریؒ کو اطلاع کر دی کہ مسجد میں فساد ہونے والا ہے۔ حضرت فوراً مسجد میں تشریف لے آتے پوچھا کہ تم کیا کر رہے ہو؟ معتقدین نے جواب دیا کہ حضرت یہ لوگ آپ کو مسجد سے بزور نکالنا چاہتے ہیں۔ اور ہم یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں تو دین سکھانے آیا ہوں۔ مسلمانوں میں فساد ڈالنے نہیں آیا۔ آپ حضرات کو اگر واقعی مجھ سے محبت و عقیدت

ہے تو چند منٹ کے لیے مسجد سے نکل جائیں میں دوسرے حضرات سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ آخر ہم سب مسلمان ہیں اور بھائی بھائی ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کی عزت اور جان و مال کا احترام کرنا چاہیے۔

حضرتؒ کے حکم پر سب معتقدین مسجد سے باہر چلے گئے۔ حضرتؒ نے دروازہ بند کر دیا۔ اور اپنے مخالفین سے نہایت اخلاق کے ساتھ گفتگو شروع کی فرمایا کہ میں خانہ خدا میں باوضو کھڑا ہوں اور میرے دائیں ہاتھ میں قرآن پاک ہے میں، اپنے خالق حقیقی کو حاضر ناظر جان کر رب العالمین کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں صرف آپ حضرات کو قرآن پاک کی تعلیم دینے کی غرض سے یہاں آیا ہوں میں کسی دنیاوی لالچ یا غرض سے اس مسجد میں نہیں آیا۔ اگر آپ حضرات مجھ سے بخوشی قرآن کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو میں اس سلسلہ میں درس وغیرہ کو جاری رکھوں گا۔ اگر آپ حضرات مجھ سے قرآن سننا نہیں چاہتے تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ ہاں ایک عرض ہے کہ آپ میں سے صرف ایک آدمی آ کر میرا دایاں ہاتھ جس میں قرآن پاک ہے پکڑ کر مجھے مسجد سے نکال دے میں پھر کبھی اس مسجد میں نہیں آؤں گا۔ خواہ کوئی بھی مجھے یہاں رہنے کی درخواست کرے۔ آئے کوئی صاحب اکیلے آ کر مجھے ہاتھ سے پکڑ کر باہر نکال دے کسی فتنہ فساد اور دھینگا مشتی کی ضرورت نہیں۔

سب مخالفین حضرتؒ کو دیکھ رہے تھے مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس طرح قرآن پاک کو دھکا دیا جائے۔ کہنے لگے۔ اچھا مولانا! ہم سوچ کر پھر بتائیں گے فی الحال ہم جاتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دل پھیر دیے۔ اور آہستہ آہستہ وہ سب حضرت لاہوریؒ کے معتقدین میں شامل ہو گئے۔ اس طرح سے حضرت لاہوریؒ نے اپنے اخلاق حمیدہ سے مخالفوں کو مطیع و فرمانبردار کر لیا۔ ان سب کے عقاید درست ہو گئے۔

یہ ہے تبلیغ کا احسن طریقہ کوئی گندا لفظ منہ سے نہ نکلے۔ اور کسی کی برائی نہ کی جائے۔ جو علماء طریقۂ تبلیغ سے ناواقف ہوتے ہیں وہ مسجد کے اندر منبر پر چڑھ کر معمولی سے اختلاف کی بناء پر دوسرے علماء کو کوستے رہتے ہیں۔ اور گالیاں تک نکالنے سے اجتناب نہیں کرتے۔ گھر جا کر فرماتے ہیں کہ

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

علامہ انور صابری

جس دور پہ نازاں تھی دنیا ہم اب وہ زمانہ بھول گئے

دنیا کی کہانی یاد رہی اور اپنا فسانہ بھول گئے

وہ ذکرِ حسین، رحمت کا امیں، کہتے ہیں جسے قرآنِ مبیں

دنیا کے نئے نغمے سیکھے، عقبیٰ کا ترانہ بھول گئے

اغیار کا جادو چل بھی چکا، ہم ایک تماشہ بن بھی گئے

دنیا کو جگانا یاد رہا، خود ہوش میں آنا بھول گئے

عبرت کا مرقع یہ بستی ہے قابلِ حیرت یہ مستی

اپنا تو مٹانا یاد رہا، باطل کا مٹانا بھول گئے

انجام آزادی کیا کہئے، بربادی سی بربادی ہے

جو درس شہِ بطحا نے دیا، دنیا کو پڑھانا بھول گئے

تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور

جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

مرسلہ :- جناب قاری محمد شریف قصوری ناظم مدرسہ تجوید القرآن قصور

مولانا محمد الیاسؒ کا شجرۂ خاندانِ عالیہ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا خلیل احمد نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت میانجیو نور محمد جھنجھانوی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شاہ عبدالباری امروہی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شاہ عبدالہادی امروہی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شاہ عضدالدین امروہی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شاہ محمد مکی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت سید شاہ محمدی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ نظام الدین بلخی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد ردولوی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ عارف ردولوی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ جلال الدین کبیرالاولیاء پانی پتی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عثمان ہارونی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت حاجی شریف زندنی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابویوسف چشتی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابومحمد چشتی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابواحمد ابدال چشتی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابواسحاق شامی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوہبیرہ بصری نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت سلطان ابراہیم ادہم بلخی نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ فضیل بن عیاض نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حسن بصری نور اللہ مرقدہٗ

الٰہی بحرمت حضرت امیرالمومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

رحمۃ اللہ علیہ

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

کی خدمت میں

از مولانا احمد عبد الرحمٰن الصدیقی ناظم انجمن خدام الدین نوشہرہ

ذیقعد ۸۰ھ کا ایک سرد دن تھا۔ شیرانوالہ مسجد میں حسب معمول امام الاولیاء قطب العالم شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے صبح عام لوگوں کو درس قرآن دیا۔ اور باہر سے آنے والوں سے مل کر دوائی کے لئے اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ علماء تفسیر جو ان دنوں حضرت الشیخ لاہوریؒ سے تفسیر قرآن پڑھنے کے لئے دور دراز سے تشریف لائے تھے اپنی کاپیوں، دواتوں کو لئے ہوئے آرہے تھے۔ اور دارالتفسیر میں اپنی اپنی جگہ نہایت ہی ادب کے ساتھ بیٹھ رہے تھے پورے ۹ بجے حضرت الشیخؒ مسجد کے چھوٹے دروازے سے داخل ہو کر سیدھے دارالتفسیر میں تشریف لائے۔ طلباء تفسیر نے عرض کیا کہ حضرت سردی ہے اگر بڑی مسجد کے صحن میں درس ہو تو زیادہ مناسب ہو گا۔ حضرت نے فرمایا۔ بہت اچھا مجھے بھی فالج کی تکلیف ہے۔ جس کے لئے سردی ویسے بھی نامناسب ہے۔ چنانچہ یہ استاذ العلماء اپنے دیوانہ وار فدا ہونے والے شاگردوں کے ساتھ باہر مسجد کے صحن میں رونق افروز ہوئے۔ انیسویں پارے کی سورہ نمل شروع ہوئی۔ ابھی غالباً ڈیڑھ رکوع ہی ہوا ہو گا۔ کہ باہر ایک موٹر آکر رکی۔

رئیس التبلیغ شیخ وقت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی زین العابدین صاحب اور ایک تیسرے صاحب مسجد میں داخل ہوئے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے درس تفسیر میں تشریف لائے۔ پیچھے کی طرف سے آکر میرے قریب بیٹھ گئے۔ خدا کے فضل وکرم سے میں حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل بائیں ہاتھ ساتھ ہی بیٹھا کرتا تھا۔ اور تقاریر لکھتا تھا۔ میں ابھی حضرت الشیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرنے والا ہی تھا کہ مولانا محمد یوسف دہلویؒ نے انگلی کے اشارہ سے روک دیا۔ تقریباً نصف گھنٹہ امیر التبلیغ بیٹھے رہے اور مراقب رہے۔ پھر آہستہ سے اٹھے اور باہر چل دیئے۔ اس وقت ایک قاری تلاوت قرآن کر رہا تھا۔ حضرت الشیخ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ درمیان سبق تلاوت قرآن کروایا کرتے تھے میں بھی امیر التبلیغ کے پیچھے دفتر خدام الدین تک آیا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ مفتی صاحب انہیں حضرت کے نام رقعہ لکھ دو۔ چنانچہ مفتی صاحب نے ایک رقعہ حضرت صاحب کے نام لکھا۔ جس میں غالباً دعا کی درخواست کی گئی تھی۔ امیر التبلیغ رح مصافحہ کے بعد موٹر میں تشریف لے گئے۔ اور میں واپس درس میں آ گیا۔ جب درس ختم ہوا تو وہ رقعہ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارکہ میں پیش کیا حضرتؒ نے دیکھنے کے بعد فرمایا کہ ہم تو بغیر ان کے کہے ہوئے بھی ان کے لئے دن رات دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اور فی الفور ہاتھ کھڑے کر کے حسب عادت خاموشی کے ساتھ دعا فرمائی۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا۔ جس کو میں نہیں بھلا سکتا۔ کہ حضرت الشیخ رح نے ان کے لئے کس طرح دعا فرمائی اور امیر التبلیغ رحمۃ اللہ علیہ کس طرح مؤدب طریقے سے حضرتؒ کی خدمت میں تشریف لائے۔

سچ ہے یہ ادب و عقیدت انہی اللہ والوں کو آتی ہے۔ اور انہی کو ایک دوسرے کی قدر و منزلت کا احساس ہوتا ہے۔ امیر التبلیغ رح سے اس کے بعد بھی متعدد مرتبہ ملاقاتیں ہوئیں اور تقاریر سنیں۔ آخری مرتبہ ۱۹ر مارچ ۱۹۶۵ء بروز جمعہ عشاء کے بعد جناب برادر محترم شیخ عبدالشکور صاحب انور کی معیت میں نوشہرہ سے راولپنڈی روانہ ہوا۔ ہفتہ کے دن فجر کی نماز کے بعد تبلیغی اجتماع سے امیر التبلیغ نے آخری خطاب فرمایا۔ جس [illegible]

نیکی کی دلالت

اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ (مسلم)

نیک کام کرنے کی ترغیب دینا نیکی کرنے والے کے برابر ہے ؎

نیکیے کہنے پر سدھر جائے خدا ب
تم کو بھی اتنا ملے گا یہ ثواب ؎

کے لئے نصیحت فرمائی اور دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ قائم فرمایا۔ پھر ایک ایسی دعا مانگی کہ دل دہل گئے۔ میں نے امیر التبلیغؒ کی اس سے قبل اس طرح کبھی دعا نہیں دیکھی تھی۔ سب لوگ چیخیں مار مار کر رو رہے تھے۔ پھر امیر التبلیغؒ نے ایک نکاح باندھا۔ پھر ملاقات ہوئی۔ مصافحہ کے وقت ایک معمر شخص نے میرا تعارف کرایا حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ہیں امیر التبلیغ رح نے محبت بھری نگاہوں سے دیکھا میں نے موقع غنیمت جان کر دعا کی درخواست کر دی۔ فرمایا۔ بہت اچھا، مصافحہ ہوا۔ اور میں بہت خوش تھا۔ کہ آج ایک ولئ کامل اور صالح ترین انسان سے شرف گفتگو حاصل ہوا اور اسی خیال میں تھا کہ اب انشاء اللہ استفادہ کے مواقع مہیا ہوتے رہیں گے۔ مگر ہائے افسوس کہ یہی کلام آخری ثابت ہوا اور اس واقع کے ٹھیک ۱۴ دن بعد حضرت شیخؒ ہمیں محروم چھوڑ کر اپنے رب سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

"بود مے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد"

قدوۃ الصلحاء، راس الاتقیاء، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری مدظلہ العالی نے اپنی گوناں گوں مصروفیات کے باوصف ادارۂ خدام الدین کی عاجزانہ درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا ہے۔ آپ نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانحی نقوش اجاگر کرنے کے لئے ایک مختصر سا خاکہ سپرد قلم فرمایا ہے جو فی الحقیقت اس پرچے کی "جان" ہے ادارہ حضرت شیخ مدظلہ العالی کی ذرہ نوازی کا صدق دل سے شکر گزار ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے اور وہ اپنی کرم فرمائیوں سے ہمیں بہرہ مند کرتے رہیں

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد — (مدیر)

شیخ الحدیث

حضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہ کا مکتوب گرامی

عزیزم مولانا محمد یوسف مرحوم کی ولادت ۲۵ جمادی الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء سہ شنبہ کو ہوئی تھی ۱۲ جمادی الثانی ۲ شنبہ کو عقیقہ ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کے سوا کیا کہوں ؎

کان مملوکی فاضحیٰ مالکی

ان ہذا من اعاجیب الزمن

ابتدا میں وہ میرا چھوٹا بھائی تھا، شاگرد تھا، زیر تربیت تھا۔ وہ میری نالائقی، سخت مزاجی کی وجہ سے اپنے والد یعنی میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ کی بنسبت اس ناکارہ سے بہت زیادہ ڈرتا تھا۔ چچا جان کے احکام کو وہ پدرانہ ناز کی وجہ سے اور اپنے بچپن کی وجہ سے کبھی ٹال دیتا تھا لیکن اس ناکارہ کی سخت مزاجی کی وجہ سے میرے کہنے کو نہیں ٹالتا تھا۔ چچا جان کو بسا اوقات یہ ارشاد فرمانا پڑتا کہ یوسف سے فلاں کام لینا ہے، تمہارے کہنے سے جلدی کر دے گا۔ دہلی کے احباب کا چچا جان پر بہت اصرار ہوتا کہ صاحبزادے سلمہ کو شادی میں ضرور ساتھ لائیں۔ مگر مرحوم اپنے طلب علم میں اس قدر منہمک تھا کہ اس کو یہ حرج بہت ناگوار ہوتا۔ بسا اوقات اس کی نوبت آئی کہ ان اوقات میں اگر اس ناکارہ کا دہلی جانا ہوا تو عزیز مرحوم مجھ سے جاتے ہی یہ وعدہ لے لیتا کہ بھائی جی فلاں جگہ جانے کو مجھ سے آپ نہ کہیں۔ اور چچا جان مجھ سے ارشاد فرماتے کہ یوسف کو بھی ساتھ لے لیجیو۔ تو میں یہی معذرت کرتا کہ اس نے آتے ہی مجھ سے یہ وعدہ لے لیا ہے کہ میں نہ کہوں۔ یہ تو ابتداء تھی۔ اس کے بعد مرحوم نے ہوائی جہاز سے وہ پرواز کی کہ وہ آسمان پر پہنچ گیا۔ اور یہ ناکارہ زمین ہی پر پڑا ہوا اس کی بلندی کو دیکھتا رہا۔ چچا جان کے

وصال کے بعد ہی ایک پروانہ اس نے کی جس کے متعلق اس ناکارہ کا اور حضرت اقدس رائے پوری نوراللہ مرقدہ کا یہ خیال ہوا کہ چچا جان نوراللہ مرقدہ کی نسبت خاصہ منتقل ہوئی ہے۔ اور ہر ہر بات میں اس کا خوب مشاہدہ ہوتا۔ اس کے بعد سے اس کی ترقیات کو دیکھتا رہا۔ حضرت مدنی قدس سرہ کے وصال کے بعد سے مرحوم میں ایک جوش کی کیفیت پیدا ہوتی اور کسی بڑے سے بڑے ذی وجاہت شخص کے سامنے بھی اپنی بات کو نہایت جرأت اور بے خوفی سے کہنے کا ظہور ہوا اور وہ بڑھتا ہی رہا۔ اس کے بعد حضرت اقدس رائے پوری نوراللہ مرقدہ کے وصال کے بعد اس کی گفتگو اور تقاریر میں انوار اور تجلیات کا ظہور پیدا ہوا کیا بعید ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی خصوصی توجہات اور مرحوم کے ساتھ خاص شفقت اور محبت کا یہ ثمرہ ہو انہیں چیزوں کا یہ اثر ہوا جو اس ناکارہ نے شروع میں شعر میں ظاہر کیا کہ پھر یہ ناکارہ اس سے مرعوب ہونے لگا کہ اس کے اصرار پر مجھے مخالفت دشوار ہو گئی۔ اس کا اثر تھا کہ گذشتہ سال اپنی انتہائی معذوریوں اور مجبوریوں، امراض کی شدت کے باوجود جب مرحوم نے اس پر اصرار کیا کہ تمہیں حج کو میرے ساتھ ضرور چلنا ہے تو مجھے انکار کی ہمت نہ پڑی اور جب میں نے اپنے امراض کا اظہار کیا اور کہا کہ میرے اعذار کو نہیں دیکھتے ہو تو مرحوم نے یہ کہا کہ خوب دیکھ رہا ہوں مگر میرا جی چاہتا ہے کہ آپ ضرور چلیں۔ اخیر میں اللہ جل شانہ نے اپنے لطف و کرم کی وہ بارش فرمائی کہ مجھ جیسے بے بصیرت کو بھی بہت سی چیزیں کھلی محسوس ہوتی تھیں۔ اس قسم کی چیزیں نہ لکھنی آتی ہیں نہ لکھنے کو دل چاہتا ہے۔ صرف ایک عورت کے خواب پر اس عریضہ کو ختم کرتا ہوں۔

خواب تو مرحوم کے حادثہ کے بعد لوگوں نے عجیب عجیب دیکھے اور لکھے۔ لیکن یہ خواب چونکہ اس ناکارہ کے نزدیک لفظ بلفظ واقعہ ہے اس لئے لکھوا رہا ہوں۔ اس حادثہ پر اپنے تعلقات کے موافق نیز اپنے قلبی ضعف و تحمل کے موافق اثرات تو بہت ہی عام ہوئے لیکن ایک عورت کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ کسی وقت بھی چپ نہ ہوتی تھی۔ ہر وقت روتی تھی۔ بار بار وضو کرتی اور تسبیح لے کر بیٹھ جاتی۔ وہ اسی حال میں ایک دفعہ وضو کرکے تسبیح لے کر بیٹھی تھی کہ اس کو غنودگی آ گئی۔ اس نے عزیز مرحوم کو دیکھا۔ وہ فرما رہے ہیں کہ کیوں پاگل ہو گئی ہے مرنا تو سبھی کو ہے۔ تعلق مالک سے پیدا کیا کریں۔ بندے میں اس پر اس نے والہانہ انداز میں یوں کہا۔ حضرت جی یہ ایک دم ہی ہوا کیا؟ مرحوم نے کہا کچھ بھی نہیں، کچھ دنوں سے جب میں تقریر کیا کرتا تھا تو مجھ پر تجلیات الٰہیہ کا خاص ظہور ہوتا تھا۔ اس مرتبہ جب میں رات کو تقریر کر رہا تھا تو ان کا اتنا زیادہ ظہور ہوا کہ میرا قلب ان کا تحمل نہ کر سکا اور دورہ پڑ گیا اس کے بعد مجھے ایک بہت بڑا گلاب کا پھول سنگھایا گیا۔ اس کے ساتھ میری روح نکل گئی۔ بس اتنی سی بات ہوئی۔ فقط عزیز مرحوم کی پہلی شادی میری سب سے بڑی لڑکی سے ۳ محرم ۵۴ھ کو مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ میں ہوئی تھی۔ حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ نے نکاح پڑھایا تھا۔ چونکہ پہلے سے کوئی تجویز نہ تھی عین وقت پر چچا جان نے فرمایا نکاح کا ارادہ ہے اس لئے اس وقت رخصتی نہ ہوئی۔ تقریباً ایک سال بعد چچا جان مرقدہ کی ایک آمد پر اسی طرح فوری طور پر بلا سابقہ تجویز کے رخصتی ہو گئی ۲۳، ۲۴ رمضان ۵۵ھ دوشنبہ، سہ شنبہ کی درمیانی شب میں ۱۲ بجکر ۴۰ منٹ پر عزیز ہارون سلمہ کی ولادت ہوئی حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے اس کو اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فقط والسلام

زکریا مظاہر علوم ۱۲ محرم ۸۵ھ، بقلم محمد عاقل غفرلہ

جانشینِ امیر التبلیغ کا

مولانا سیّد اسعد مدنی کے نام ایک اہم مکتوب

ذیل میں امیر جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مولانا انعام الحسن صاحب اور ان کے صاحبزادہ مولوی محمد ہارون صاحب کا ایک مکتوب شریکِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔ یہ خط آپ دونوں حضرات نے مشترکہ طور پر ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند، حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب کو لکھا ہے اور اس میں حضرت ناظم عمومی سے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ وہ اس خط کو جو ایک پیغام کی صورت میں ہے اپنی وساطت سے تمام احباب تک پہونچا دیں۔ دونوں حضرات کی خواہش کے احترام میں حضرت ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند کی ہدایت پر یہ خط الجمعیۃ دہلی میں چھپا جسے الجمعیۃ کے شکریہ کے ساتھ نقل کیا جا رہا ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ خداوند کریم سے امید ہے کہ مزاج عالی بعافیت ہوں گے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ مرحوم حضرت جی بہت ہی کمالات کے حامل تھے۔ بہت سی بیماریوں کے علاج کی صورت تھے۔ بہت سے کمالات کے حامل تھے، اور ان کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا ظاہری طور پر صورتِ پریشانی ہے۔ لیکن حق تعالیٰ شانہٗ پر اعتماد اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی محنت میں قربانیوں کے ساتھ انہماک اور بارگاہ الٰہی میں امت مسلمہ کے لئے انتھک دعائیں ان ظاہری صورتوں کا نعم البدل اور بدل حقیقی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی بابرکت اور باعظمت ہستی جن کے وجود گرامی سے امت کا وجود اور جن کے درد و کرب اور بے چینیوں سے امت کا نشوونما اور جن کی گریہ وزاری سے امت کی دارین کی فلاح و نجات اور جن کے چہرۂ انور کی زیارت ہزارہا سال کی عبادت سے زیادہ ترقی دلانے والی تھی۔ اگر وہ بھی اس دنیا سے تشریف لے جاویں اور پوری امت ان کی جدائی کے صدمہ اور رنج میں مبتلا ہو اور مصائب میں گھر جاتے تو حق تعالیٰ شانہٗ پر اعتماد اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر دین کے لئے قربانیاں اور محنتوں کا انہماک اور بارگاہ الٰہی میں گڑگڑا کر دعائیں اور اس محنت کا دنیا میں تعدیہ و تبلیغ آپ کی ذات عالی کا بدل ہے اور قیامت تک کے لئے یہ سارے جانے والوں کا بدل اپنے ساتھ لئے ہوتے تھے وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون

تشکل کے صحیح ہونے کے لئے پوری پوری طرح محنت کریں تاکہ اس امت کے علاج کے لیے ایمان کی قربانیوں والی محنت کی فضاؤں میں بہت سے باہمت بے لوث نفس کش داعی الی اللہ پیدا ہوں، ان کے وجود میں آنے کے بیے ثوابوں کو دارین میں حاصل کریں۔ فقط والسلام

اس کی نقلیں سارے احباب کو روانہ فرما دیں، اور یہ وقت لگانا حضرت جی کے ایصال ثواب کی نیت سے کریں اور کرائیں۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے لطف وکرم اور فضل سے دین کی محنت کے جس عالی کام کی طرف ہم جمیع احباب کی رہبری فرما دی ہے اس میں پوری امت محمدیہ مرحومہ کے دارین کے مصائب کا پوری طرح علاج ہے۔ آپ پورے انہماک کے ساتھ سارے مصائب کے علاج کا یقین اس میں کرتے ہوئے اس محنت کے بڑھنے اور اس کی صدقات و خیرات اور کثرت تلاوت قرآن پاک خصوصاً ذکر و دعا مقامی و بیرونی گشت روزانہ تعلیم کے ذریعہ بھی ایصالِ ثواب کی صورتیں اختیار کی جائیں۔ فقط والسلام حررہٗ محمد انعام الحسن غفرلہٗ

اشاعتِ دین

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً ○ (بخاری)

میری طرف سے خواہ تھوڑی بات ہو اسے پہنچاتے رہو

ہے پیغمبرؐ کی طرف سے یہ پیام
میری ہر بات کو پھیلاؤ عام

مجاھد الحسینی

ایک سوانحی خاکہ

مولانا محمد یوسف دہلوی رح

عملِ پیہم اور جہادِ زندگانی کا پیکرِ جلیل

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے فرزند اور جانشین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جب تبلیغی جماعت کے ساتھ پہلی مرتبہ میوات کے علاقہ میں گئے تو دورانِ سفر حضرت اقدس مولانا محمد الیاس رح کے خادمِ خاص میاں جی محراب خاں صاحب میواتی کو ڈبل نمونیہ ہو گیا۔ مولانا محمد یوسف صاحب کو جب میاں جی کی شدید علالت کی اطلاع ملی تو آپ عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور میاں جی محراب خاں کو جو شدتِ علالت کے باعث نڈھال ہو چکے تھے انتہائی جذب و کیف کے عالم میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

"میاں جی اٹھو! اللہ کے راستے میں مرنے کی سنت ختم ہو چکی ہے اسے دوبارہ زندہ کرو!۔! اگر ڈبل نمونیہ کے عالم میں مرنا ہی ہے تو بستر مرگ پر کیوں۔؟ پھر یہی جان اللہ کے راستے میں مرنے اور خدا کے کام میں قربان ہونے کی رسم کو تازہ کرنے کے لیے کیوں نہ دی جائے۔"!

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:-

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ط

اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول ص کی طرف ہجرت کر کے نکلے پھر اسے موت آ جائے تو اللہ کے ہاں اس کا ثواب ہو چکا۔

خدا کی راہ میں جان دینے کی رسم کو زندۂ جاوید بنانے کے مصداق میاں جی محراب خاں تو اس وقت نہ بن سکے لیکن خود اس تحریک کا داعی ۲ر اپریل ۱۹۶۵ء کو اس کا پورا پورا مصداق بن گیا اور اللہ کے راستے میں مرنے کی سنت قدیمہ کا احیاء کرتے ہوئے سراپا مہاجر الی اللہ بن کر آسمان رشد و ہدایت کا یہ درخشندہ آفتاب سرزمین لاہور میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بچپن امیر التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء کو پیدا ہوئے۔! آپ نے جس مقدس گھرانے میں آنکھ کھولی جس پاکباز خاتون کی محبت بھری گود آپ کو نصیب ہوئی اور شیخ التبلیغ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولوالعزم اور صاحب دعوت و عزیمت باپ کی شفقت اور سرپرستی کا شرف و اعزاز حاصل ہوا اس کی موجودگی میں شخصی محاسن و اوصاف کا مزید تذکرہ آب زمزم کے بعد سادہ پانی پیش کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ابھی سات برس کے تھے کہ آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور گیارہ سال کی عمر میں اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے مدرسہ کاشف العلوم لبستی نظام الدین دہلی میں ابتدائی کتابوں کا درس لینا شروع کیا۔ ۱۳۵۱ھ میں جب حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے ہدایہ وغیرہ فقہ اور حدیث کی بڑی کتابیں مظاہر العلوم سہارنپور میں پڑھیں۔ اجب آپ کے والد ماجد حج بیت اللہ سے واپس دہلی تشریف لے آئے تو آپ سہارنپور سے پھر دہلی چلے گئے۔ چنانچہ مشکوٰۃ جلالین وغیرہ تفسیر و حدیث کی دیگر بڑی کتب کا درس مدرسہ کاشف العلوم ہی میں جا کر مکمل کیا۔ پھر ۱۳۵۳ھ میں صحیحین سنن ابی داؤد، ترمذی اور دورہ کی دیگر تمام کتب کا بازثانی ورس حاصل کیا۔ اور مولانا الحاج عبداللطیف صاحب مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے علاوہ صحیح مسلم مولانا منظور احمد صاحب سے۔ ابی داؤد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی سے اور ترمذی شریف کا سبق مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمبلپوری صدر مدرس مظاہر العلوم سے بازثانی پڑھا یہاں سے فراغت کے بعد آپ نے دہلی جا کر اپنے والد بزرگوار سے طحاوی شریف اور مستدرک حاکم حسب معمول دوبارہ پڑھی۔

چنانچہ دوران تعلیم ۱۳۵۴ھ میں آپ نے امام طحاویؒ کی کتب معانی الآثار کی شرح لکھنا شروع کی جو امانی الاحبار کے نام سے شائع ہو کر جلیل القدر علماء کرام اور بلند پایہ علمی حلقوں میں بے پناہ مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے مرحلہ میں آپ کو دوبارہ حج بیت اللہ کا شرف و اعزاز حاصل ہوا۔!

شادی امیر التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف علیہ الرحمہ جب اپنا تعلیمی دور مکمل کر چکے تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی نے آپ کو اپنی فرزندی میں لے لیا اور محرم ۱۳۵۴ھ میں اپنی دختر نیک سیرت کا نکاح کر دیا۔ رسم نکاح شیخ الاسلام سیدی ومولائی حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دی اس تقریب سعید میں مظاہر العلوم سہارنپور کے وسیع احاطہ میں دارالعلوم دیوبند کے جلیل القدر علماء کرام اور اساتذہ بھی موجود تھے! حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رفیقۂ حیات قیام پاکستان تک بقید حیات رہیں اور بعدازاں

داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ ان کی نرینہ اولاد میں سے حضرت مولانا محمد ہارون صاحب مدظلہ العالی کا اسم گرامی خصوصاً قابلِ ذکر ہے!
پہلی رفیقۂ حیات کے داغِ مفارقت کے بعد امیر التبلیغ مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقدِ ثانی بھی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے ہاں ہوا۔ دوسری رفیقۂ حیات بحمد اللہ بقیدِ حیات ہیں۔ ان سے کوئی اولاد نہیں۔!

حضرت شیخ التبلیغ مولانا محمد الیاس کی جانشینی

مولانا محمد الیاسؒ جب زندگی کے آخری لمحات طے کر رہے تھے، نقاہت، کمزوری اور بیماری کے مہلک وار سے آپ کا جسمانی ڈھانچہ چکنا چُور ہو چکا تھا، صورتِ حال کی نزاکت کو دیکھ کر دینی حلقوں میں ایک بے چینی و اضطراب کی لہر دوڑ گئی تھی کہ تبلیغ و دعوت کا جو نظام حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے بکمال ریاضت و مشقت اس نہج کو پہنچایا ہے کہ آپ کے بعد اس کا کیا بنے گا۔؟
حتیٰ کہ ملک کے جیّد عالمِ دین، جلیل القدر مبلّغ اسلام اور نامور اہلِ قلم مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ نے اسی احساس سے تاثر پذیر ہو کر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اس کام کے زیادہ اہل معلوم ہوتے ہیں حضرت کی جانشینی کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہونا چاہیے۔! یہ بات قرینِ قیاس بھی تھی کہ حضرت شیخ الحدیث کے زہد و تقویٰ، دینی علوم میں کامل دسترس اور تصوّف و سلوک کے منازل میں ان کی مسابقت کو دیکھ کر نگاہِ انتخاب انہی کی ذاتِ گرامی کی طرف منعطف ہوتی۔
حضرت شیخ الحدیث نے جواب میں فرمایا:
"اللہ والوں کی موت کے بعد ان کا کام ایسے لوگوں کے سپرد ہوا کرتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کو یہ خدمت لینا مقصود ہو اور اس کام کو انجام دینے کی صلاحیت ان میں خود بخود پیدا ہو جایا کرتی ہے اور ان کی ذات لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جایا کرتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو یہ کام مجھ سے لینا مقصود ہوا تو کام کرنے کا جذبہ از خود پیدا ہو جائے گا"
چنانچہ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اسلام کی تبلیغ و دعوت کی عظیم خدمت انجام دینے اور اس کام کی سربراہی اور اس تحریک کے داعی و جانشین کی حیثیت سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی ذاتِ گرامی نگاہِ انتخاب کا مرکز بن گئی۔
مولانا محمد منظور نعمانی ایڈیٹر الفرقان لکھنؤ ہی اس بات کے راوی ہیں کہ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جب ہمیں یہ اطلاع ملی کہ مولانا محمد یوسف صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مقرر کئے گئے ہیں تو اپنے متذکرہ بالا احساس و تاثر کی موجودگی میں کچھ اچھا تاثر قائم نہ ہوا۔ کیونکہ اولاً خاندان ہی میں گدّی نشینی کا مروّجہ انداز پسندیدہ نہ تھا اور ثانیاً بعض دوسری عظیم شخصیات کی موجودگی میں ایسی شخصیت کا انتخاب جن کی عظمت کا سکّہ دل و دماغ پر ابھی اپنا کوئی اثر قائم نہ کر سکا تھا ہمارے لئے حیرت و استعجاب کا موجب بنا!

مگر چند دنوں کے بعد جب مولانا محمد یوسف صاحب کا خطاب سننے کا اتفاق ہوا۔ اور گلشن الیاسؒ کی دیکھ بھال اور اس کی آبیاری میں ان کا انہماک، توجہ اور فنائیت کی حد تک ان کی مصروفیت کا عجیب وغریب عالم دیکھا تو دل ودماغ کے تمام سطحی نقوش یکسر مٹ گئے اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ دعوت و عزیمت کے معاملہ میں بعض دفعہ مولانا محمد یوسف صاحب تو اپنے والدِ ماجد مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے بہت آگے دکھائی دیتے ہیں۔

خلافت ونیابت

شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا طریق تبلیغ و دعوت بعض مروّجہ روایات سے بالکل مختلف ہے اور اس اندازِ عمل کا دائرہ خلافت و نیابت کی مخصوص اصطلاحات کا پابند نہیں ہے۔ اور نہ ہی عام جماعتوں کی طرح کوئی درجہ بندی ہے یہاں اگر کوئی نظم رائج ہے تو وہ صرف یہ کہ اللہ کے دین کی حقیقی دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں ہر شخص اپنا سب کچھ قربان کر دے۔ اور بقول مولانا محمد یوسف صاحب "سب کچھ دے کر کچھ بنتا ہے کچھ دے کر کچھ نہیں بنتا"۔ جو افراد اس بات کے داعی اور مبلغ بن جائیں وہی اس کے صحیح وارث اور جانشین ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے جن شخصیات کو اس معیار کے عین مطابق دیکھا اس کام کا نظام ان حضرات کے سپرد کر دیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ طریقت حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی مشورے سے سات حضرات کو اپنی خلافت و نیابت کے اعزاز سے سرفراز فرمایا اور انہیں بیعت کی اجازت دے کر طریق دعوت و تبلیغ میں ایک وسعت و ہمہ گیری پیدا کر دی! ان سات حضرات کے اسماءِ گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ **مولانا انعام الحسن** حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے سسرال کے رشتہ میں بھائی ہیں۔ اور مولانا اکرام الحسن کاندھلوی کے فرزند۔ مولانا انعام الحسن صاحب، حضرت جیؒ کے ہم زلف بھی ہیں اور ابتدائی تعلیم سے آخر تک آپ کے ہمدرس اور مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین کے مدرس بھی رہے ہیں۔ ان دنوں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے ناظم بھی ہیں۔ آپ کی شخصیت تبلیغی جماعت کے حلقوں میں خوب متعارف ہے۔ حضرت جیؒ کے شریکِ سفر حتیٰ کہ مولاناؒ کی زندگی کے آخری لمحات آپ ہی کی گود میں گزرے اور اسی عالم میں داعی اجل کو لبیک کہا!

۲۔ **حافظ مقبول حسن گنگوہی** حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی خادم، اور "حضرت جیؒ" کے ابتدائی استاد

۳۔ **قاری سید رضا مرحوم** حضرت دہلویؒ کے مختلف سفروں میں ساتھ رہے اور آپ کے شاگرد خاص۔

۴۔ **قاری محمد داؤد صاحب میواتی** جو علاقہ میوات میں معروف صاحبِ علم و تقویٰ ہیں۔

۵۔ **مولانا احتشام الحسن کاندھلوی** حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں اور بہت سی کتابوں کے مصنّف آپ کی علمی شخصیّت محتاجِ تعارف نہیں!

۶۔ **حاجی عبدالرحمٰن نومسلم** آپ ذات کے کھتری تھے بچپن ہی میں حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ حضرت دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر جذب و کشش اور کیف و انبساط کی عجیب وغریب صلاحیتوں سے نوازا تھا کہ راہ چلتے غیر مسلم آپ کی بات سنتے ہی دینِ اسلام کی دولتِ گراں مایہ سے مالا مال ہو جاتے ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً دو ہزار اشخاص آپ کے توسّط سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

۷۔ **حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رح**

حضرت دہلویؒ نے اپنے وصال سے چند دن قبل حضرت، جیؒ کو خلافت ونیابت سے سرفراز کرتے ہوئے فرمایا۔

"جس نے مولانا محمد یوسف صاحب سے بیعت کی اس نے گویا مجھ سے بیعت کی" چنانچہ حضرت شیخ التبلیغ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے طریقِ بیعت کے مطابق آپ کی ذات کے ساتھ سلسلۂ بیعت قائم کرنے والوں کے حق میں یہی جملے استعمال فرمایا کرتے تھے۔

محویت وفنائیت

حضرت جیؒ کی زندگی اسلام کی دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ عمل کی پوری پوری آئینہ دار تھی۔ تبلیغ کے کام میں انہماک، توجہ اور فنائیت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنے حلقہ کو بڑی خوش اسلوبی اور عمدگی کے ساتھ سنبھالا ہوا تھا ہر شخص اپنے اپنے کام میں مشغول نظر آتا تھا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ حضرت جیؒ کے خاص الخاص احباب و متعلقین کو بھی تبلیغی کام کے علاوہ کوئی دوسری بات کرنے کا وقت بہت کم ملتا تھا ایک عمل سے ہٹتے تو دوسرے میں لگ جاتے اور اپنے آپ کو کبھی فراغت سے ہمکنار نہ ہونے دیتے۔ حتیٰ کہ آپ کے بعض خدام خاص یہاں تک بیان کرتے ہیں کہ بستی نظام الدین میں آپ کی رہائش گاہ اور مرکز تبلیغ کے درمیان صرف ایک ٹاٹ کا پردہ حائل ہوتا تھا مگر کئی کئی دن گزر جاتے اور صحنِ خانہ میں جھانکنے کی بھی فرصت نہ ملتی! کئی دنوں کے بعد جب اندرونِ خانہ قدم رکھتے تو یوں محسوس ہوتا گویا حضرت جیؒ ایک طویل اور دشوار گزار سفر سے گھر واپس لوٹے ہیں۔

برادر مکرم حاجی محمد افضل صاحب (سلطان فونڈری لاہور) اس بات کے راوی ہیں کہ حضرت جیؒ نے ایک بار دورانِ تقریر فرمایا کہ دینی کاموں میں محویت و انہماک کا صحیح نقشہ معلوم کرنا ہو تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کی زندگی کو دیکھو۔ ان کے سینے میں ایسا دردمند دل تھا کہ دینِ اسلام کی سربلندی کے کاموں میں کثرتِ اشتغال اور محویت وفنائیت نے گوشت کے بھنے ہوئے ٹکڑے کی مانند کر دیا تھا۔! اور آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے بسا اوقات پوری شدت کے ساتھ بھنے گوشت کی

بُو محسوس کرتے! لیکن جب ہم دینی کاموں میں حضرت جیؒ کے جذب و شوق، ان کے انہماک و محویت اور استغراق کو دیکھتے تو یہی احساس اُجاگر ہو جاتا۔

ایک مافوق الفطرت شخصیت

سرزمین پاک و ہند کی شاید ہی کوئی دینی شخصیت ایسی ہوگی جسے حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی اور ان کے طریقِ دعوت کے ساتھ گہری عقیدت و محبت، اور موانست و ہمدردی نہ ہو۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، ابی حنیفہ ہند مولانا مفتی کفایت اللہ محدث عصر، مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری، شیخ طریقت مولانا اشرف علی تھانوی قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری امام اولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی، حضرت مولانا مفتی محمد حسن، امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہم اللہ علیہم اجمعین غرضیکہ سرزمین پاک و ہند کے جلیل القدر علماء کرام کا آپ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ بڑا گہرا تعلقِ خاطر تھا۔ حضرت امیر شریعت علیہ الرحمہ نے ایک بار حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ حضرت! اپنی زندگی کے آخری لمحات گزار رہے تھے۔ مرض کی شدت کے باعث یا دینی کاموں میں محویت و استغراق کی وجہ سے جسم کا گوشت پوست بالکل خشک ہو گیا تھا اور آپ ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ بن کر رہ گئے تھے۔ نماز کا وقت ہوا تو خدام آپ کو اٹھا کر جب صف میں لانے لگے تو آپ کی دونوں ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں۔ میں حیران تھا کہ ایسی نازک حالت میں آپ بستر پر لیٹنے کی شکل میں ہی نماز ادا کیوں نہیں کر لیتے لیکن نمازِ باجماعت کا ثواب حاصل کرنے کے لیے یہ جہد و عمل؛ سبحان اللہ! اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و فرمانبرداری کا اس حد تک احساس تھا۔ الغرض! مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کو صف میں لا کر جب کھڑا کیا گیا اور تکبیر تحریمہ کی آواز بلند ہوئی تو میں دیکھتا ہوں، کہ ہڈیوں کے اس مضمحل سے ڈھانچے میں کڑک پیدا ہوئی اور سارے جسم میں زندگی کی ایک حرارت کی لہر دوڑ گئی۔ آپ جماعت کے ساتھ قیام و قعود اور سجود وغیرہ جملہ آدابِ نماز اس طرح بجا لائے گویا احساس مرض تک نہیں! لیکن جب نماز سے فراغت پائی تو آپ کا جسم پھر وہی ہڈیوں کا بے حس و حرکت ایک ڈھانچہ بن کر رہ گیا!

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بار بستی نظام الدین دہلی میں حضرت کے ہاں تشریف لے گئے، آپ ان دنوں سخت بیمار تھے، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ کو دیکھتے ہی باوجود نقاہت و کمزوری کے اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور دیر تک حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ سے محوِ راز و نیاز رہے۔ حضرت شیخ التفسیر جب رخصت ہونے لگے تو حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھا۔ اور اپنی گہری محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت شیخ التفسیر سے دعا کی خصوصی درخواست کی اور کہا کہ یہ ملاقات شاید ہماری زندگی کی آخری ملاقات ہو۔ اس کے چند دن بعد حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کو مختلف

دینی شخصیات کے ساتھ تعلق خاطر رہا ہے۔ اور آپ کے ہاں ان کی عظمت و عزت اور عقیدت و احترام کا کیا مقام تھا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

جناب شجاعت علی صاحب صدیقی ریٹائرڈ ملٹری اکاونٹنٹ جنرل جو تبلیغی حلقوں میں خوب جانے پہچانے ہیں کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں حاضر تھا کہ باہر سے کچھ تبلیغی جماعتیں آئیں اور حضرت سے روداد سفر بیان کرنا شروع کر دی۔ کسی صاحب نے لاہور میں اپنی تبلیغی گشت کی کارگزاری بیان کرتے ہوئے اتنا کہہ دیا کہ ہماری جماعت حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوئی مگر حضرت مولانا نے اس طرف نہ تو کوئی خصوصی توجہ ہی دی اور نہ ہی تبلیغی سلسلہ میں ہماری کوئی امداد ہی کی! بس اتنا سننا تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے تکیے کا سہارا ہٹا کر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے آپ کا چہرا غصے کے باعث تمتما اٹھا اور تلخ لہجہ اختیار کرتے ہوئے فرمایا

احمد علی کو تم کیا جانو! الیاس جانتا ہے،
احمد علی کے مقام کو۔ مولانا احمد علی
کی مدد صرف یہی ہے کہ وہ ہمارے
لیے دعا کرتے رہیں!

حضرت جیؒ اور حضرت لاہوریؒ

جس طرح حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی مرجع خلائق تھی اسی طرح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی ذات بھی اتقیاء و اصفیاء اور جلیل القدر علماء کرام کی خصوصی توجہ اور نگاہِ لطف و احسان کا مرکز تھی۔ حضرت مدنیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت رائے پوریؒ اور حضرت لاہوریؒ سب حضرات کے ساتھ آپ کے نیاز مندانہ گہرے مراسم تھے! طویل سفر درپیش ہوتا تو ان بزرگوں میں سے ضرور کسی کی صحبت سے فیض یاب ہو کر باہر جاتے حضرت مدنیؒ حضرت رائے پوریؒ اور حضرت لاہوریؒ سے شرفِ ملاقات کا خصوصی اہتمام کرتے!

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ ملاقات کے لیے مسجد شیرانوالہ لاہور میں تشریف لائے،!

حضرت لاہوریؒ سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت بعض دوسرے جلیل القدر علماء کرام بھی موجود تھے۔!

حضرت مولانا احمد علی صاحب علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ کے بعض ایمان افروز واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت کی زندہ کرامات کی اس سے بڑی علامت اور کیا ہو سکتی ہے کہ جن لوگوں کا غرورِ نفس اس حد تک بگڑ چکا تھا کہ اپنے ہاتھ سے گھڑے کا پانی لینے میں ایک عار محسوس کرتے تھے وہ تبلیغ دین کے لیے قریہ قریہ اور بستی بستی اپنے کندھوں پر بستر اٹھائے پھرتے ہیں۔!

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:۔

ایک بات یاد رکھیں کہ کسی حق پرست
جماعت کا باطل پرستی کی طرف

پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھنے لگ جائے کہ ہمارے سوا دوسری کوئی دینی جماعت حق پر نہیں ہے اور ہماری جماعت کی بقاء دوسروں کی فنا ہی کی صورت میں ہو سکتی۔

دیکھنا! آپ کی جماعت میں کہیں یہ احساس و تاثر پیدا نہ ہو جائے۔ ہم تو آپ حضرات کے لیے ہر آن دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے اس گلشنِ تبلیغ کو ہمیشہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے!

جانشین شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور نے اپنے زمانۂ طالب علمی کے مختلف واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی جب کبھی سہارنپور تشریف لے جاتے تو مولانا مجھے اور مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی کو اپنے ہمراہ بستی نظام الدین دہلی لے جاتے اور حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے جب میرا تعارف کراتے تو حضرتؒ مولانا، تادیر دعائیں دیتے ہوئے یہ فرماتے کہ حضرت مولانا احمد علیؒ نے جس مجاہدے اور مشقت کے ساتھ صداقتِ اسلام کی تبلیغ کی ہے یہ انہی کا کام ہے۔! ان کی دینی خدمات منہاج النبوت کے مطابق ہیں۔

الغرض حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ صرف بزرگوں ہی سے نہیں بلکہ ان کی اولاد کے ساتھ بھی بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے۔!

شانِ بے نیازی

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جس کے ساتھ سب سے زیادہ لگاؤ اور التفات تھا وہ تحریک دعوتِ اسلام ہے۔ انہیں مال و منال، اولاد اور دنیا کی کسی چیز سے غلو کی حد تک الفت و محبت نہ تھی۔ بلکہ ہر ایک کے ساتھ اپنے اپنے درجہ اور حیثیت کا تعلقِ خاطر تھا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک بار مولانا محمد ہارون صاحب (جو ان دنوں مولانا محمد یوسفؒ کے جانشین مقرر ہوتے ہیں) بیمار پڑ گئے ان کے سر پہ ایسا خطرناک پھوڑا نمودار ہوا تھا کہ نازک صورتِ حال پیدا ہو گئی — معاملے کی سنگینی کو دیکھ کر حضرت شیخ الحدیث نے مولانا محمد یوسف صاحب کو مطلع کیا کہ وہ گھر میں جلد پہنچنے کی کوشش کریں۔

ادھر دینی و تبلیغی کاموں میں حضرت جی کی روایتی مصروفیت و مشغولیت کے باعث کچھ دیر ہو گئی۔ گھر پہنچے تو بیک نگاہ اپنے مریض لختِ جگر کو دیکھ کر پھر بسلسلۂ تبلیغِ اسلام اپنے سفر پر روانہ ہونے لگے۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے میری پہلی ملاقات

مولانا محمد منظور نعمانی

مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا نام تو غالباً میں نے اپنی طالب علمی کے زمانہ ہی سے سنا تھا۔ لیکن آنکھوں سے دیکھنے کا اتفاق جہاں تک یاد پڑتا ہے۔ پہلی دفعہ شاید رمضان ۵۳ھ میں ہوا۔ اس کے بعد چار پانچ سال تک بغیر قصد و طلب کے محض اتفاقی طور پر غالباً کئی دفعہ زیارت و ملاقات کی نوبت آئی، لیکن ان سرسری اور اتفاقی ملاقاتوں میں اس سے زیادہ کچھ نہیں سمجھ سکا کہ مولانا ایک مخلص عالم دین ہیں۔ پرانے طرز کے سیدھے اور نیک بزرگوں کا نمونہ ہیں۔ اور زمانہ کے تقاضوں اور اہم وقتی دینی، ضرورتوں سے واقف نہ ہونے کے باوجود مسلمانوں کی دینی اصلاح کا جذبہ اور سچی تڑپ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ بہرحال ان ملاقاتوں میں نہ میں مولانا کی شخصیت سے متاثر ہوا، اور نہ میں نے ان کی دینی دعوت و تحریک کی کوئی خاص اہمیت سمجھی۔ یہاں تک کہ غالباً ۵۵ھ میں دین کے وقتی تقاضوں کو خوب سمجھنے والے ایک بڑے روشن دماغ اور صاحب قلم عالم دین نے خود مولانا سے ملاقات کر کے اور ان کی دعوت و تحریک کے خاص حلقۂ عمل میوات جا کر کے تحریک کی عملی صورت اور اس کے اثرات و نتائج کو خود دیکھ کے اپنی رائے اور اپنے تاثرات ایک مضمون میں لکھے۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے۔ کم از کم راقم سطور کی نظر میں تو اس تحریک کی اہمیت سب سے پہلے اسی مضمون سے پیدا ہوئی۔

اس کے کچھ دنوں بعد (ذوالقعدہ ۵۸ھ میں) مولانا کی زیارت اور ان کی تبلیغی جدوجہد سے براہِ راست اور تفصیلی واقفیت حاصل کرنے ہی کی نیت سے دہلی کا ایک سفر رفیقِ محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور ایک دوسرے دینی دوست مولوی عبدالواحد صاحب ایم اے کی معیت میں کیا۔ لیکن اتفاق کی بات کہ دہلی پہنچتے ہی میرے مکان سے فوری طلبی کا تار ملا۔ اور میں ان دونوں رفیقوں کو چھوڑ کر مولانا سے ملے بغیر ہی واپس ہو گیا۔ میرے دونوں رفیقوں نے اسی سفر میں مولانا سے پہلی اور تفصیلی ملاقات بھی کی۔ اور میوات جا کر ان کے تبلیغی کام کے طرز اور اس کے اثرات و نتائج کا بھی مطالعہ کیا

مولانا سید ابوالحسن علی اپنی فطری سعادت اور دینی شخصیتوں سے خاص طبعی مناسبت کی وجہ سے اس پہلی ہی ملاقات میں مولانا کی شخصیت اور ان کے تبلیغی کام سے بہت سے زیادہ متاثر ہو واپس ہوئے، اور اپنے خطوط کے ذریعے مجھے بھی متاثر اور مولانا کی طرف متوجہ کرنے کی انہوں نے کوشش کی۔ لیکن چونکہ میں مولانا کو کئی

بار دیکھ چکا تھا۔ اور متعدد ملاقاتوں میں ان
کی باتیں بھی سن چکا تھا اور ابھی کم نگاہی
کی وجہ سے کچھ زیادہ متاثر نہیں ہو سکا
تھا۔ اس لیے مولانا علیؒ کے ان خطوط کا بھی
مجھ پر کوئی خاص اثر نہیں پڑ سکا۔ ہاں
اتنا ضرور ہوا کہ مولانا کی دینی دعوت سے
تفصیلی واقفیت حاصل کرنے کا جو داعیہ اور
اشتیاق پہلے ہی پیدا ہو چکا تھا۔ مولانا علیؒ
کے ان خطوط سے اس میں کچھ اضافہ ہو گیا

کچھ دنوں بعد میوات کے علاقہ میں ایک
بہت بڑے تبلیغی اجتماع کی تجویز ہوئی مجھے
بھی طلب فرمایا گیا۔ اور میں اپنے ذاتی شوق
سے شریک ہوا۔ مجھے اعتراف ہے کہ اس
سفر کی مختلف صحبتوں میں مولانا کی باتیں سننے
اور میواتی قوم میں وسیع پیمانہ پر غیر معمولی
دینی تغیر کے اثرات اپنی آنکھوں سے دیکھنے
کی وجہ سے مولانا کی شخصیت اور ان کی
تبلیغی تحریک کو میں پہلے سے زیادہ وقیع
سمجھنے لگا۔ لیکن پھر بھی میں اتنا متاثر نہیں
ہوا کہ اپنے کو اس کام سے متعلق کرنے کا
فیصلہ کر لیتا۔

آگے کی سرگزشت سنانے سے پہلے اپنا
ایک خاص حال سنا دینا یہاں ضروری ہے۔
واقعہ یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت
شاہ ولی اللہؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت
شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
جیسے مشائخ اور ائمہ سلوک و تصوف سے
اگرچہ مجھے بڑی گہری عقیدت تھی۔ اور اسلامی ہند
کی یہ چند شخصیتیں میرے دل و دماغ پر
چھائی ہوئی تھیں۔ لیکن نفس تصوف کی وجہ سے
مجھے اطمینان نہ تھا، بلکہ طبیعت کو اس سے
ایک درجہ کا توحش تھا۔ اور ذہن میں اس
پر کچھ علمی اشکالات بھی تھے۔ سنہ ۶۱ھ کے اواخر
یا سنہ ۶۲ھ کے اوائل میں قضاء و قدر کے ایک
فیصلہ نے میرے لیے ایسی ایک صورت پیدا کر
دی کہ ایک صاحب ارشاد بزرگ (جن کو
میں خاصان خدا اور اہل یقین و اخلاص میں
سے سمجھتا ہوں) کی خدمت میں قریباً ایک ہفتہ
مجھے قیام کرنا پڑا۔ موقع کو غنیمت جان کے
ایک دن میں نے تصوف اور اس کے خاص
اعمال و اشغال کے متعلق اپنے خیالات عرض
کیے۔ اپنی تسلی یا تشفی کے لیے نہیں بلکہ
بزعم خود گویا ان بزرگ کے حال اور خیال کی
اصلاح کے لیے لیکن اللہ کے اس بندے نے
عجب طریق علاج اختیار کیا۔ تفصیل تو بہت
لمبی ہے اور اس کے ذکر کا یہ موقع بھی نہیں
بس اجمالاً صرف نتیجہ سن لیجئے کہ دو تین دن
میں وہ سب اشکالات ختم ہو گئے اور معلوم
ہوا کہ یہ سارے وساوس اور اعتراضات خود
اپنی ہی غلط فہمیوں کا نتیجہ تھے۔

یہ چند روز جو ان بزرگ کی خدمت میں
گذرے میری زندگی میں ایک موڑ کی حیثیت
رکھتے ہیں۔ پھر جب ان بزرگ سے رخصت ہونے
لگا تو انہوں نے بڑی شفقت اور محبت کے
ساتھ مجھے "تاکید فرمائی" کہ حضرت دہلویؒ کے
یہاں تم زیادہ جایا کرو اور ان سے ملتے رہا
کرو۔ یہ بزرگ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کو حضرت
دہلوی، ہی کے نام سے یاد کیا کرتے ہیں۔۔۔

میں نے عرض کیا کہ میں ان کی خدمت میں کئی بار حاضر ہوا ہوں۔ اور میرے دل میں ان کا پورا احترام ہے۔ لیکن میں ان سے زیادہ متاثر نہیں ہو سکا ہوں - میری زبان سے یہ سُن کر ان بزرگ نے حضرت مولانا کے متعلق بہت ہی بلند کلمات فرمائے ہیں جن کا حاصل غالباً یہ تھا۔ کہ اللہ کا خاص تعلق بیک وقت بہت سے بندوں سے بھی ہوتا ہے۔ لیکن خاص الخاص تعلق بس کسی کسی کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور میرے خیال میں اس وقت "حضرت دہلوی" کے ساتھ اللہ کا خاص الخاص قسم کا تعلق ہے۔

میں چونکہ خود ان بزرگ سے بہت کچھ متاثر ہو چکا تھا۔ اس لیے حضرت مولینا محمد الیاسؒ کے متعلق ان کی زبان سے یہ کلمات سُن کر میں نے ارادہ کر لیا کہ یہاں سے اب انشاءاللہ دہلی ہوکے اور مولانا کی زیارت کر کے ہی مکان واپس جاؤں گا۔ چنانچہ میں وہاں سے سیدھا دہلی گیا۔ حضرت مولانا ان دنوں سخت بیمار تھے۔ کئی روز سے غذا بھی بالکل نہیں کھائی ہوئی تھی۔ ضعف کا یہ عالم تھا کہ ذرا کھڑے ہوتے تو ٹانگیں لرزنے لگتیں۔ میں جب حاضرِ خدمت ہوا اور اسلام کے بعد مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو بجائے فرمانے کے بستر سے اٹھ کر میرے دونوں ہاتھ پکڑ کے حضرت کھڑے ہو گئے۔ میں نے باصرار عرض کیا کہ آپ آرام فرمائیں آپ کی طبیعت ناساز ہے۔ . . . فرمایا:

"کچھ نہیں ہے، بس تم ہی لوگوں کا بیمار ڈالا ہوا ہوں، تمہارا ہی ستایا ہوا ہوں، تم آ جاؤ، دین کا کام کرنے لگو، انشاءاللہ اچھا ہو جاؤں گا۔"

قصہ مختصر، مولانا نے میرے ہاتھ اس وقت چھوڑے جب میں نے وعدہ کر لیا کہ انشاءاللہ آؤں گا اور وقت دوں گا۔

جہاں تک یاد ہے اس دفعہ میں غالباً صرف ایک شب و روز مولانا کی خدمت میں رہا۔ ایسی سخت بیماری اور اس درجہ کی کمزوری میں۔ مولانا پر دین کی فکر کا میں نے جیسا غلبہ دیکھا اور دین کے ساتھ ان کے جس تعلق کا اندازہ ہوا اس نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا۔ اور میں یہ طے کر کے واپس آیا کہ مولانا کو اللہ تعالیٰ اس مرض سے صحت دے تو میں ان کے کام میں شریک ہو کر کچھ وقت ان کی خدمت میں گذاروں گا۔

اس مرض سے صحت کے بعد جمادی الاخریٰ ۶۲ھ میں میوات میں ایک تبلیغی اجتماع طے ہوا اطلاع ملنے پر یہ عاجز بھی دہلی پہنچ گیا۔ رفیق محترم مولانا علی بھی آ گئے۔

اللہ تعالیٰ مولانا احتشام الحسن صاحب کو جزائے خیر دے۔ غالباً انہوں نے ہی یہ تجویز کیا کہ ہم دونوں مولانا کے ساتھ ایک کار میں جائیں۔ مولانا کے نہایت مخلص محب محمد شفیع صاحب قریشی کی کار تھی۔ اور بہت چھوٹی قسم کی تھی - اس میں حضرت مولانا اور ہم دونوں کے سوا صرف ایک قریشی صاحب ہی اور تھے۔ اور وہی کار چلانے والے تھے۔

کار نظام الدین سے روانہ ہوئی اور حضرت مولانا کے ارشادات و افادات کا سلسلہ شروع ہوا تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے خیال ہوا کہ مولانا کی یہ باتیں خود یاد رکھنے اور دوسروں تک پہنچانے کے

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

مدینہ منوّرہ سے ایک مبلّغِ اسلام کا مکتوب

پاکیزہ جذبات وخیالات کی ایک جھلک

تبلیغی جماعت پاکستان کی معروف شخصیت الحاج محمد افضل صاحب سلطان فونڈری لاہور کو اکثر بیرون ملک جانے والی تبلیغی جماعتوں کی رفاقت کا شرف حاصل ہوتا ہے ۔ آپ ایک سفر میں سعودی عرب گئے تو آپ کے برادر اکبر الحاج محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حالات کے متعلق مکتوب لکھا اس کے جواب میں ایک مبلّغ اسلام کی حیثیت سے جو باتیں تحریر کی گئیں وہ اس لائق ہیں کہ ہر مبلّغ انہیں پیش نگاہ رکھے ۔ ایک مبلّغ اسلام جب فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی کے لئے اللہ کے راستہ میں گھر سے نکل جائے تو اپنے عقائد ونظریات کس انداز کے رکھنے چاہئیں اور خدا تعالےٰ کی خوشنودی و رضا جوئی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینا چاہیئے ۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ
از مدینہ منورہ ، سعودی عرب

منجانب بندہ محمد افضل
مکرمی و محترمی جناب بھائی صاحب
دام برکاتکم
وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ
طالب خیر بخیر ۔ آپ کا نوازش نامہ محررہ مورخہ ۱۶ر نومبر آج مدینہ منورہ میں ۲۹ر نومبر کو موصول ہُوا ۔ جناب چوہدری محمد صادق صاحب کا مکتوب ہمراہ ہے :۔

میرے عریضہ میں دیر کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی ۔ آپ کو دیر سے خیریت کی خبر ملنے کا افسوس ہے مجھے تو الحمد للہ آپ حضرات کی خیریت معلوم ہے اور اللہ رب العزت کے راستہ میں اطمینان بھی ہوتا ہے البتہ حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم کی تشریف آوری کی خبر کا منتظر تھا اور اس کا فکر بھی :۔

چونکہ ہندوستان سے ملنے والی خبریں اچھی نہ تھیں ۔ مولوی محمد اکرم صاحب کا لمبا قیام بھی زیادہ تشویش کا باعث

تھا خیر اس طرح اللہ تعالیٰ کو منظور تھا اسباب اور وسائل کے ٹوٹنے پر اللہ رب العزت پر یقین مضبوط ہوتا ہے کاروباری حالات ہمارے موجود ہوگئے کونسے درست تھے جو غیر حاضری سے زیادہ خراب ہوگئے حالات تو وہ آتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتے ہیں - البتہ ہمارا اسباب کے درجہ میں استعمال ہونا اللہ رب العزت کی راہ میں نکل جانے سے نہیں ہوا انشاء اللہ یہ صورت غیر حاضری کی اللہ قبول فرما لیں - تو غیب سے حالات درست ہونے کا سبب بن سکتی ہے آپ کا عمرہ کے لئے تشریف لے آنا بھی انشاء اللہ درست ہوتا - جب اللہ سے سب کچھ ہوتا ہے تو کسی ایک کے بھی موجود یا غیر موجود ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ یہ تو ہماری کمزوری ہے اللہ تعالیٰ صحیح یقین نصیب فرمادیں - پھر اسباب و وسائل کے بغیر اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے -

یہ سب وسائل تو صرف اس وقت تک ہیں جب تک کہ ہماری محنت اللہ تعالیٰ کے پاس قبول ہو جائے - ہمارے مشاغل میں احکامات کی درستگی اس کی شرط ہے - شغل کتنا قلیل کیوں نہ ہو - اگر اس کے اندر کی چیزیں اللہ کے فرمان اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل پر آ جائیں تو پھر کامیابیاں یقینی ہیں اس کا اہتمام اور پوری پوری فکر کی جائے - اور پھر اللہ سے مانگا جائے اللہ قلوب کا اطمینان اور مشاغل کی وہ بلند ترین صورت پیدا فرمادیں جس پر دونوں جہاں کی کامیابیاں ہیں - آمین ثم آمین -

مدینہ منورہ کی حاضری اور یہاں کے قیام کے تفصیلی حالات پہلے عریضہ میں مفصل عرض کر چکا ہوں اور مزید حاجی احمد شاہ صاحب کی واپسی پر معلوم ہو گئے ہوں گے - اب پھر واپسی مکہ مکرمہ کا مسئلہ ہے تقریباً سب جماعتیں روانہ ہو چکی ہیں - بحری جہاز سے واپس ہونے والے حضرات بھی مکہ مکرمہ جا چکے ہیں - ایک ترکی جماعت ابھی یہاں ہے انشاء اللہ قریب میں سب چلے جائیں گے - اب تو ہوائی جہاز سے واپس ہونے والے تقریباً ۲۶ افراد باقی رہ جائیں گے مکہ مکرمہ ایک عشرہ اور جدہ ، ظہران ایک ہفتہ قیام کرتے ہوئے انشاء اللہ ۱۰ر دسمبر تک واپسی ہو گی - سلطان خان صاحب جدہ گئے ہیں وہاں سے واپسی کی سیٹیں مخصوص کرکے اطلاع دیں گے غالباً ۱۵ر دسمبر کا آخری جہاز ملے گا - شاید دو روز کراچی قیام کیا جائے اس کی کراچی سے اطلاع دی جائے گی اس عریضہ کے بعد آپ کا کوئی جوابی مکتوب مکہ میں مجھے نہیں مل سکے گا -

ابھی ابھی مفتی صاحب سے معلوم ہوا بھائی شمیم صاحب کل جو ڈاک لے کر مکہ مکرمہ سے تشریف لائے ہیں تو ان سے

یہ خبر بھی ملی ہے کہ ظہران سے جہاز بدھ مورخہ ۱۳ ر دسمبر کو ملے گا ۔ اس کے بارے میں ابھی فون کے ذریعہ سلطان خان صاحب سے بات ہوئی ہے ظہران والوں کا خیال ہے جمعرات کا اجتماع وہاں ہو جائے اور کراچی میں اتوار کا دن مل جائے ۔ اس کی وجہ سے زیادہ تر کوشش ہے کہ جمعرات کا اجتماع کر کے جمعہ کی صبح کراچی جانے والا جہاز لینا ہو گا اس صورت میں تو واپسی بہرحال ۱۳ ر یا ۱۴ ر دسمبر کو ہو گی ۔ انشاء اللہ !

آج سوموار ہے اور رات پھر مسجد نور میں اجتماع ہے ۔ رات مہاجرین کا اجتماع ہوا تھا ۲۰ ، ۲۵ کے قریب مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک ساتھ جانے کے لئے تیار ہیں الحمد للہ سب خیریت سے ہیں ۔

جناب رشید فارسی صاحب تو ماشاء اللہ مکہ مکرمہ میں خوب ساتھ رہے ۔ اور روزانہ خصوصی گشت کے لئے اپنے ہمراہ جماعت لے جاتے رہے ۔ اور عربوں کو اپنے ہمراہ لا کر حضرت جی سے ملاتے رہے ۔ ایک روز خاص عربی دعوت بھی کی تھی ۔ اس میں مجھے بھی خاص طور سے شرکت کی دعوت دی ۔ غالباً آپ کا سلام پہلی دفعہ ہوائی اڈہ جدہ کی ملاقات کے وقت عرض کر دیا تھا ۔ دوبارہ انشاء اللہ عرض کروں گا ۔

الحمد للہ مدینہ منورہ میں خوب دل لگا ۔ اور خوب دعائیں کی ہیں آپ سب کی طرف سے ایک ایک کا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے ۔ مدینہ منورہ سے عمرہ آپ کی طرف سے کرنے کا عزم ہے والدہ محترمہ کی طرف سے اگر موقع ملا تو انشاء اللہ مکہ مکرمہ کے قیام میں کرنے کا ارادہ ہے ۔ ابھی تک صرف ایک پہلا ہی عمرہ کیا ہے ۔ ویسے الحمد للہ طواف سب کی طرف سے ایک ایک بھی اور اس سے زیادہ بھی کر چکا ہوں

حضرت جی مدظلہ العالی کی خدمت میں انشاء اللہ ابھی جا کر سلام عرض کروں گا ۔ سب دفتر والے اور کاریگراں سے سلام مسنون عرض ہے ۔

(محمد افضل)

بقیہ : میری پہلی ملاقات

لائق ہیں ۔ لہٰذا انہیں لکھ لینا چاہیئے ۔ چنانچہ کار ہی میں جیب سے پنسل کاغذ نکالا اور خاص خاص باتوں کو نوٹ کرتا شروع کر دیا ۔ منزلِ مقصود پہنچنے تک یہ سلسلہ برابر جاری رہا ۔

اس کے کچھ عرصہ بعد مولانا مریض ہو کر صاحبِ فراش ہو گئے ۔ اور رجب ۱۳۶۳ھ میں وفات پر اس مرض کی انتہا ہوئی ۔

رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةَ الْاَبْرَارِ الصَّالِحِیْنَ

★

جاں نثاران محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم



شرف افروز تھی جن کی وفا چشم پیمبرؐ میں
شجاعت جن کے حصے میں بسالت جن کے پیکر میں
جو بیبا کی سے گھوڑے ڈال دیتے تھے سمندر میں
ہمیں اب وہ رضائے حق کے خوگر یاد آتے ہیں

جہادوں میں چمکتی تھی خدا کی تابشِ نصرت
صفائے قلب کی اللہ اکبر، رفعت و عظمت
جنہوں نے روم سے کی دور شرک و کفر کی ظلمت
امیرِ شامؓ کے پرجوش لشکر یاد آتے ہیں!

عبادت یا ریاضت کا اگر کچھ ذکر آتا ہے

محبت کا اخوت کا اگر کچھ ذکر آتا ہے

شجاعت اور بسالت کا اگر کچھ ذکر آتا ہے

تو خولہ بنت ازورؓ ابن ازورؓ یاد آتے ہیں

عرب کے ریگزاروں میں صحابہؓ مظہرِ حق تھے

خلافت کی بہاروں میں صحابہؓ مظہرِ حق تھے

وفا کے شاہکاروں میں صحابہؓ مظہرِ حق تھے

کوئی بھولے مگر ہم کو برابر یاد آتے ہیں

بحمد اللہ قدح نوشِ مئے مدحِ صحابہؓ ہیں

ہم اے سرشار مدہوشِ مئے مدحِ صحابہؓ ہیں

زہے قسمت پُراز جوشِ مئے مدحِ صحابہؓ ہیں

ہمیشہ ہم کو جامِ حوضِ کوثر یاد آتے ہیں!



(حضرت سرشار گسمنڈوی مرحوم کی قلمی بیاض سے ماخوذ)

ارشادات حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد منظور نعمانی مدیر الفرقان

فرمایا — انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی عام حالت یہ رہی ہے۔ کہ جوں جوں زمانہ نبوت سے ان کو بعد ہوتا تھا، دینی امور (عبادات وغیرہ) اپنی روح اور حقیقت سے خالی ہو کر ان کے ہاں محض "رسوم" کی حیثیت اختیار کر لیتے تھے۔ اور ان کی ادائیگی بس ایک پڑی ہوئی رسم کے طور پر ہوتی تھی۔ اس گمراہی اور بے راہ روی کی اصلاح کے لیے پھر دوسرے پیغمبر مبعوث ہوتے تھے۔ جو اس رسمی حیثیت کو مٹا کر امتوں کو "امور دین" کی اصل حقیقتوں اور حقیقی روحِ شریعت سے آشنا کرتے تھے۔ سب سے آخر میں جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوئے تو اس وقت کی جن قوموں کا تعلق کسی سماوی دین سے تھا ان کی حالت بھی یہی تھی کہ ان کے پیغمبروں کی لائی ہوئی شریعت کا جو حصہ ان کے پاس باقی بھی تھا۔ تو اس کی حیثیت بھی بس چند بے روح رسوم کے مجموعہ کی تھی۔ انہی رسوم کو وہ اصل دین و شریعت سمجھتے تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان "رسوم" کو مٹایا "اور اصل دینی حقائق" اور احکام کی تعلیم دی۔

امتِ محمدیؐ بھی اب اس بیماری میں مبتلا ہو چکی ہے۔ اس کی عبادات تک میں یہ رسمیت آ چکی ہے۔ حتیٰ کہ دین کی تعلیم بھی جو اس قسم کی ساری خرابیوں کی اصلاح کا ذریعہ ہونی چاہیئے تھی۔ وہ بھی بہت سی جگہ ایک "رسم" سی ہی بن گئی ہے۔ لیکن چونکہ سلسلۂ نبوت اب ختم کیا جا چکا ہے۔ اور اس قسم کے کاموں کی ذمہ داری امت کے علماء پر رکھ دی گئی ہے۔ جو نائبینِ نبی ہیں۔ تو انہی کا یہ فرض ہے کہ وہ اس ضلال اور فسادِ حال کی اصلاح کی طرف خاص طور سے متوجہ ہوں۔ اور اس کا ذریعہ ہے تصحیح نیت، کیوں کہ اعمال میں یہ "رسمیت" جب ہی آتی ہے۔ جب کہ ان میں للہیت اور شانِ عبدیت نہیں رہتی، اور نیت کی تصحیح سے اعمال کا رخ صحیح ہو کر اللہ ہی کی طرف پھر جاتا ہے۔ اور "رسمیت" کے بجائے ان میں "حقیقت" پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہر کام عبدیت اور خدا پرستی کے جذبہ سے ہوتا ہے۔ الغرض لوگوں کو تصحیح نیت کی طرف متوجہ کر کے ان کے اعمال میں للہیت اور حقیقت پیدا کرنے کی کوشش کرنا علماء امت اور حاملانِ دین کا اس وقت ایک خاص فریضہ ہے۔

فرمایا۔ قرآن و حدیث میں بڑی اہمیت کے

ساتھ اس حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے کہ دین "یسر" ہے۔ یعنی وہ سراسر سہولت اور آسانی ہے لہٰذا جو چیز دین میں جس درجہ ضروری ہو گی۔ وہ اسی درجہ میں سہل اور آسان ہونی چاہیئے۔ پس تصحیح نیت اور اخلاص للہ چونکہ دین میں نہایت ضروری ہے۔ بلکہ وہی سارے امورِ دین کی روح ہے اس لیے وہ بے حد سہل ہے۔ اور یہی "اخلاص للہ" چونکہ سارے "سلوک" اور "طریق" کا حاصل ہے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ سلوک بھی بہت آسان چیز ہے، مگر یاد رہنا چاہیے کہ ہر چیز اپنے اصول اور اپنے طریقہ سے سہل ہوتی ہے۔ غلط طریقہ سے تو آسان سے آسان کام بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ اب لوگوں کی غلطی یہ ہے کہ وہ اصول کی پابندی ہی کو مشکل سمجھتے ہیں۔ اور اس سے گریز کرتے ہیں حالانکہ دنیا میں کوئی معمولی سے معمولی کام بھی اصول کی پابندی اور مناسب طریق کار اختیار کئے بغیر انجام نہیں پاتا۔ جہاز، کشتی، ریل، موٹر۔ سب اصول ہی سے چلتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہنڈیا روٹی ٹیک بھی کسی اصول ہی سے پکتی ہے۔

فرمایا - طریقت کی خاص غایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام واوامر کا مرغوب طبعی اور نواہی کا مکروہ طبعی ہو جانا (یعنی ایسی کیفیت پیدا ہو جانا کہ احکام و اوامر الہٰی کے بجا لانے میں لذت و فرحت حاصل ہو اور نواہی یعنی ممنوعات کے پاس جانے سے اذیت اور کراہت ہونے لگے۔) یہ تو ہے طریقت کی غایت، باقی

جو کچھ ہے (یعنی خاص اذکار و اشغال اور مخصوص قسم کی ریاضات وغیرہ) سو وہ اس کی تحصیل کے ذرائع ہیں۔ لیکن اب بہت سے لوگ ان ذرائع ہی کو اصل طریق سمجھنے لگے حالانکہ بعض تو ان میں سے بدعت ہیں۔

بہرحال چونکہ ان چیزوں کی حیثیت صرف ذرائع کی ہے۔ اور یہ بذاتِ خود مقصود نہیں ہیں اس لیے احوال و مقتضیات کے اختلاف کے ساتھ اُن پر نظرثانی اور حسبِ مصلحت ترمیم و تبدیلی ضروری ہے۔ البتہ جو چیزیں شریعت میں منصوص ہیں۔ وہ ہر زمانہ میں یکساں طور پر واجب العمل رہیں گی۔

فرمایا - فرائض کا مقام نوافل سے بہت بلند تر ہے۔ بلکہ سمجھنا چاہیئے کہ نوافل سے مقصود ہی فرائض کی تکمیل یا ان کی کوتاہیوں کی تلافی ہوتی ہے۔ غرض فرائض اصل ہیں، اور نوافل ان کے توابع اور فروع، مگر بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ فرائض سے تو غفلت برتتے ہیں اور نوافل میں مشغول رہنے کا اس سے بدرجہا زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ مثلاً آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ "دعوت الی الخیر" "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" (غرض تبلیغ دین کے یہ تمام شعبے) اہم فرائض میں سے ہیں۔ مگر کتنے ہیں جو ان فرائض کو ادا کرتے ہیں۔ لیکن اذکار نفلیہ میں اشتغال و انہماک رکھنے والوں کی اتنی کمی نہیں۔

فرمایا - بعض اہل دین اور اصحاب علم کو

"استغناء" کے باب میں بڑا سخت مغالطہ ہے وہ سمجھتے ہیں کہ استغناء کا مقتضیٰ یہ ہے۔ کہ اغنیاء اور اہلِ ثروت سے مطلقاً ملا ہی نہ جائے۔ اور ان کے اختلاط سے کلیّ پرہیز کیا جائے۔ حالانکہ استغناء کا منشاء صرف یہ ہے کہ ہم ان کی دولت کے حاجت مند بن کر اُن کے پاس نہ جائیں، اور طلبِ جاہ و مال کے لیے ان سے نہ ملیں۔ لیکن اُن کی اصلاح کے لیے اور دینی مقاصد کے لیے ان سے ملنا اور اختلاط رکھنا ہرگز استغناء کے منافی نہیں۔ بلکہ یہ تو اپنے درجہ میں ضروری ہے ہاں اس چیز سے بہت ہوشیار رہنا چاہیئے کہ ان کے اس اختلاط سے ہمارے اندر حُبِّ مال و جاہ اور دولت کی حرص پیدا نہ ہو جائے۔

فرمایا۔ جب کوئی اللہ کا بندہ کسی امرِ خیر کی طرف قدم بڑھانا چاہتا ہے تو شیطان طرح طرح سے اس کی مزاحمت کرتا ہے۔ اور اس کی راہ میں مشکلات اور رکاوٹیں ڈالتا ہے لیکن اگر اس کی یہ مزاحمتیں اور رکاوٹیں ناکام رہتی ہیں اور بندۂ خدا ان سب کو عبور کر کے اس کارِ خیر کو شروع کر ہی دیتا ہے۔ تو پھر شیطان کی دوسری کوشش یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ اس کے اخلاص اور اس کی نیت میں خرابی ڈال کے یا دوسرے طریقوں سے اس کارِ خیر میں خود حصہ دار بننا چاہتا ہے۔ یعنی کبھی اس میں "ریاء وسُمعہ" (دکھاوے اور شہرت کی خواہش) کو شامل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کبھی دوسرے اغراض کی آمیزش اور ملاوٹ سے اس کی للّٰہیت کو برباد کرنا چاہتا ہے۔ اور اس میں وہ لبسا اوقات کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس لیے دینی کام کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ اس خطرہ سے ہر وقت چوکنے رہیں۔ اور اس قسم کے شیطانی وساوس سے ہر وقت اپنے دل کی حفاظت کرتے رہیں۔ اور اپنی نیتوں کا برابر جائزہ لیتے رہیں۔ کیوں کہ جس کام میں رضاءِ الٰہی کے علاوہ کوئی دوسری غرض کسی وقت بھی شامل ہو جائے گی۔ پھر وہ اللہ کے یہاں قبول نہیں۔

فرمایا۔ اکثر دینی مدارس میں یہ ایک بڑی غفلت اور کوتاہی ہوتی ہے۔ کہ طلبہ کو پڑھا تو دیا جاتا ہے لیکن اس کی کوئی خاص کوشش نہیں کی جاتی کہ اس پڑھنے پڑھانے کا جو مقصد ہے (یعنی خدمتِ دین اور دعوت الی اللہ) وہ پڑھنے کے بعد اسی میں لگیں۔ اس غفلت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان مدرسوں کے بہت سے ہونہار فاضل فراغت کے بعد محض تحصیلِ معاش کو اپنا مطمحِ نظر بنا کر یا تو طب پڑھنے میں لگ جاتے ہیں۔ اور یا سرکاری یونیورسٹیوں کے امتحان دے کر انگریزی اسکولوں میں ٹیچری کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اور ان کی دینی تعلیم پر جو وقت اور روپیہ خرچ ہوا تھا اور جو محنت کی گئی تھی وہ نتائج کے لحاظ سے اس طرح سب غارت ہو جاتی ہے۔ بلکہ لبسا اوقات وہ دشمنانِ دین کے کام آتی ہے۔ لہذا پڑھانے سے زیادہ ہم کو اس کی فکر اور کوشش کرنی چاہیئے کہ جو طلبہ پڑھ

کر فارغ ہوں۔ وہ دین کی خدمت ہی میں لگیں اور علمِ دین کے حقوق ادا کریں، اپنی کھیتی میں کچھ پیدا نہ ہو تو یہ بھی خسارہ ہے لیکن اگر پیدا ہو کر ہمارے دشمنوں کے کام آتے تو یہ اور زیادہ خسارہ کی بات ہے۔

فرمایا — سرکاری یونیورسٹیوں کے جو امتحانات "مولوی فاضل" وغیرہ دیئے جاتے ہیں ہم لوگوں کو ان کی قباحت اور ان کے ضررِ دینی کا پورا اندازہ اور احساس نہیں۔ یہ امتحانات عموماً اسی لیے تو دیئے جاتے ہیں کہ انگریزی اسکولوں میں نوکری مل سکے۔ گویا حکومتِ کافرہ نے اپنے مصالح کے لیے جو نظام تعلیم رائج کیا ہے اور اس سے اس کے جو مقاصد ہیں ان امتحانات (مولوی فاضل وغیرہ) کے دینے سے گویا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے اس کافرانہ نظام کے معاون بلکہ اُس کے اجرتی آلہ کار بننے کا استحقاق پیدا کیا جا سکے۔ غور فرمایا جائے، علمِ دین پر اس سے بڑا ظلم اور اس کا اس سے زیادہ غلط استعمال اور کیا ہوگا کہ اعداءِ دین کے تعلیمی نظام کی "خدمت" کا کام اُس سے لیا جائے۔ گویا یوں سمجھیے کہ ان امتحانات کے ذریعہ علمِ دین کی نسبت اللہ اور رسولؐ کے بجائے کافروں اور حکومت کافرہ کی طرف کی جاتی ہے۔ اس لیے یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔

فرمایا — علم کا سب سے پہلا اور اہم تقاضا یہ ہے۔ کہ آدمی اپنی زندگی کا احتساب کرے اپنے فرائض اور کوتاہیوں کو سمجھے۔ اور ان کی ادائیگی کی فکر کرنے لگے۔ لیکن اگر اس کے بجائے وہ اپنے علم سے دوسروں ہی کے اعمال کا احتساب اور ان کی کوتاہیوں کے شمار کا کام لیتا ہے تو پھر یہ علمی کبر و غرور ہے جو اہلِ علم کے لیے بڑا مہلک ہے۔

"کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن"

اس سوال پر کلام کرتے ہوتے کہ "مسلمانوں کو حکومت و اقتدار کیوں نہیں بخشا جاتا؟"

فرمایا — اللہ کے احکام اور اوامر و نواہی کی حفاظت و رعایت جب کہ تم اپنی ذات اور اپنی منزلی زندگی میں نہیں کر رہے ہو جس پر تمہیں اختیار حاصل ہے اور کوئی مجبوری نہیں ہے، تو دنیا کا نظم و نسق کیسے تمہارے حوالہ کر دیا جائے۔ ایمان والوں کو حکومت ارضی دینے سے تو منشاءِ الٰہی یہی ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی مرضیات اور اس کے احکام کو دنیا میں نافذ کریں۔ تو تم جب اپنے حدودِ اختیار میں آج یہ نہیں کر رہے ہو تو دنیا کی حکومت تمہارے سپرد کر کے کل کے لیے تم سے اس کی کیا امید کی جا سکتی ہے؟

فرمایا — جو لوگ گورنمنٹ کے وفادار اور حامی سمجھے جاتے ہیں۔ درحقیقت وہ کسی کے بھی وفادار اور حامی نہیں ہیں بلکہ صرف اپنی اغراض کے وفادار ہیں۔ البتہ آج چونکہ ان کی وہ دنی اغراض موجودہ گورنمنٹ سے پوری ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ ان کے حامی اور

وفادار بنے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کل ہی کو ان کی اغراض گورنمنٹ کے دشمنوں سے پوری ہونے لگیں۔ تو وہ اسی درجہ میں ان کے بھی حامی اور وفادار ہو جائیں گے۔ ورنہ حقیقی طور پر تو ایسے غرض پرست لوگ اپنے باپ کے بھی وفادار نہیں ہوتے۔ تو ان لوگوں کی اصلاح کا طریقہ یہ نہیں ہے، کہ اُن کو بُرا بھلا کہا جائے یا بس گورنمنٹ کی مخالفت پر ان کو آمادہ کیا جائے۔ ان کی اصلی بیماری "غرض پرستی" ہے اور جب تک یہ ان میں موجود رہے گی۔ اگر گورنمنٹ کی حمایت انہوں نے چھوڑ بھی دی تو اپنی اغراض کے لیے وہ کسی اور ایسی طاقت کے ایسے ہی وفادار بنیں گے۔ اس لیے کرنے کا کام یہ ہے کہ ان میں غرض پرستی کے بجائے خدا پرستی پیدا کی جائے اور اللہ اور اس کے دین کا انہیں سچا وفادار بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس کے بغیر ان کی بیماری کا علاج نہیں ہو سکتا۔

فرمایا — یہ قاعدہ کلیہ ہے ہر آدمی کو چین اس چیز کے حصول سے ملتا ہے۔ جس کی اسے رغبت اور چاہت ہو۔ مثلاً ایک شخص کو امیرانہ زندگی، بیش قیمت کھانوں اور کپڑوں سے ہی رغبت ہے تو اس کو ان چیزوں کے بغیر چین و آرام نصیب نہیں ہو سکتا۔ لیکن جس کو چٹائی پر بیٹھنا، بوریئے پر سونا، سادہ لباس اور سادہ کھانا زیادہ مرغوب ہو۔ ظاہر ہے کہ اس کو اسی میں زیادہ چین اور سُکھ محسوس ہو گا۔ پس جن لوگوں کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباع میں سادہ معاشرت مرغوب ہو جائے۔ اور ان کو اسی میں لذت اور چین ملنے لگے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے۔ کہ ان کا چین ایسی چیزوں سے وابستہ فرما دیا جو بے حد سستی ہیں اور جن کا حصول ہر غریب و فقیر کے لیے بہت آسان ہے۔ اگر بالفرض ہماری رغبت ان بیش قیمت چیزوں میں رکھ دی جاتی جو دولت مندوں ہی کو میسّر آ سکتی ہیں تو شاید عمر بھر ہم بے چین ہی رہتے۔

فرمایا — ہم کو حکم ہے کہ جو مال تم کو اس دنیا میں دیا جائے اس کو روکو مت، یعنی بخل مت کرو بلکہ خرچ کرتے رہو۔ لیکن اس شرط کی پابندی کے ساتھ کہ یہ خرچ بے جگہ بھی نہ ہو اور بے سلیقہ بھی نہ ہو یعنی یہ صرف صحیح محل و مصرف میں ہو اور اللہ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود کے اندر ہو۔

ایک وقت ایسا ہوا کہ شاید بارش کی وجہ سے مولانا کے یہاں گوشت نہیں آ سکا۔ اور اس دن مہمانوں میں میرے ایک محترم بزرگ (جو حضرت مولاناؒ کے خاص عزیز بھی ہیں) وہ بھی تھے۔ گوشت سے جن کی رغبت حضرت مولانا کو معلوم تھی ، یہ عاجز بھی حاضر

تھا۔ میں نے دیکھا کہ مولانا پر اس کا بہت اثر ہے۔ کہ آج دستر خوان پر گوشت نہیں ہے مجھے اس پر ایک گونہ تعجب ہوا کہ یہ کون سی تاثر کی بات ہے؛ تھوڑی دیر کے بعد اسی پر قلق و افسوس کرتے ہوئے۔

فرمایا - حدیث شریف میں ہے۔ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ "(جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ وہ مہمان کا اکرام کرے) اور اکرام ضیف میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی رغبت کی چیز اگر مہیا ہو سکتی ہو تو مہیا کی جائے۔ اس کے بعد ایک خاص درد کے ساتھ فرمایا "فَكَيْفَ بِاَضْيَافِ اللّٰهِ وَاَضْيَافِ رَسُوْلِهٖ"

(جس کا مطلب یہ ہے کہ اور جب کسی کے ہاں ایسے مہمان آئیں جو صرف اللہ و رسولؐ کی وجہ سے اور انہی کے تعلق اور انہی کے کام سے آتے ہیں۔ تو ان کا حق تو اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے)

فرمایا - جنت حقوق کا بدلہ ہے۔ یعنی اپنے حقوق، اپنا چین اپنا آرام اللہ کے لیے مٹایا جاتے، اور اپنے پر تکلیف برداشت کر کے دوسروں کے حقوق ادا کئے جائیں (جن میں حقوق اللہ بھی شامل ہیں) تو اسی کا بدلہ جنت ہے (اسی سلسلہ میں فرمایا) حدیث میں ارشاد ہوا ہے۔

اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ	"تم زمین والوں پر رحم کھاؤ (رب السماء) تم پر رحمت فرمائے گا۔

حدیث میں دو عورتوں کے دو واقعے بیان کئے گئے ہیں۔ جو عام طور سے معلوم اور مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ کسی بدکار اور فاحشہ عورت نے کتے کی خبرگیری کی اور اس کی پیاس پر ترس کھا کر کنوئیں سے پانی نکال کے اس کو پلایا۔ تو اللہ نے اس کے اس فعل کے عوض اس کے لیے جنت کا فیصلہ فرما دیا۔

اور ایک دوسری عورت نے (جو بدکار نہیں تھی۔ ایک بلی کو بھوکا رکھ کر تڑپا تڑپا کر مار ڈالا تو وہ جہنم میں ڈال دی گئی۔

فرمایا - رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ میں (قبل ہجرت) جو کام کرتے تھے۔ یعنی چل پھر کر لوگوں کو دعوتِ حق دینا اور اس مقصد کے لیے خود ان کے پاس جانا بظاہر مدینہ طیبہ پہنچ کر یہ کام آپ کا نہیں رہا۔ بلکہ وہاں آپ ایک مستقر بنا کر بیٹھے لیکن یہ آپؐ نے اس وقت کیا۔ جب کہ مکی دعوت کو سنبھالنے والوں اور اس کام کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دینے والوں کی ایک خاص جماعت آپ نے تیار کر دی۔ اور پھر اس کام ہی کا یہ تقاضا ہوا کہ آپؐ ایک مرکز میں بیٹھ کے اس کام کو نظم کے ساتھ چلائیں اور کارکنوں سے کام لیں۔

علیٰ ہذا حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو مدینہ طیبہ

ہی کے مرکز میں مقیم رہنا اس وقت درست ہوا جب کہ ایران و روم کے علاقوں میں اللہ کے کلموں کو سربلند کرنے کے لیے جہاد کرنے والے اللہ کے ہزاروں بندے پیدا ہو چکے تھے اور ضرورت تھی کہ حضرت عمرؓ مرکز ہی میں رہ کر اس دعوت حق، اور جہاد فی سبیل اللہ کے نظام کو استحکام کے ساتھ چلائیں۔

فرمایا - حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تعلیم دی کہ وہ نماز کے آخر میں اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا کریں :-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا
وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ
فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِكَ
وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

"یعنی اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا، اور تیرے سوا کوئی گناہوں اور خطاؤں کا بخشنے والا نہیں پس، تو محض اپنے فضل و کرم سے (جس میں گویا میرے استحقاق کو کوئی دخل نہیں ہے) مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، بخشنے والا اور رحم کرنے والا یقیناً تو ہی ہے"

ذرا سوچیے حضورؐ نے یہ دعا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تلقین فرمائی ہے جو اس ساری امت میں اکمل و افضل ہیں اور بالخصوص ان کی نماز خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نزدیک ایسی کامل ہوتی تھی کہ آپؐ نے ان کو خود امام نماز بنایا، باوجود اس کے ان کو بھی یہ تعلیم فرمایا کہ نماز کے آخر میں اللہ پاک کے حضور اپنی کوتاہی اور عبادت کا حق ادا نہ ہو سکنے کا اعتراف اس طرح کیا کرو اور اس طرح محض اس کے فضل و کرم سے مغفرت و رحمت کی درخواست کیا کرو :- پھر کجا ماوشما۔

فرمایا - انسان کا قیام زمین کے اوپر بہت کم ہے (یعنی زیادہ سے زیادہ عمر طبعی کی مقدار) اور زمین کے نیچے اس کو اس سے بہت زیادہ قیام کرنا ہے۔ یا یوں سمجھو کہ دنیا میں تو تمہارا قیام ہے۔ بہت مختصر اور اس کے بعد جن جن مقامات پر ٹھہرنا ہے، مثلاً مرنے کے بعد نفخہ اولیٰ تک قبر میں، اس کے بعد نفخہ ثانیہ تک اس حالت میں جس کو اللہ ہی جانتا ہے (اور یہ مدت بھی ہزارہا برس کی ہوگی) اور پھر ہزارہا برس ہی عرصہ محشر میں، اس کے بعد آخرت میں جس ٹھکانے کا فیصلہ ہو- غرض دنیا سے گذرنے کے بعد ہر منزل اور مقام کا قیام دنیا سے سینکڑوں ہی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ پھر انسان کی کیسی غفلت ہے کہ دنیا کے چند روزہ قیام کے لیے وہ جتنا کچھ کرتا ہے اتنا دوسرے مقامات کے لیے اتنا بھی نہیں کرتا۔

فرمایا - "حقیقی ذکر اللہ" یہ ہے کہ آدمی جس موقع پر اور جس حال اور جس مشغلہ میں ہو اس کے متعلق اللہ کے جو احکام و اوامر ہوں ان

کی نگہداشت رکھے اور میں اپنے دوستوں کو اسی "ذکر" کی زیادہ تاکید کرتا ہوں۔

فرمایا - انسان کو اپنے ماسوا پر جو امتیاز و تفوق حاصل ہے اس میں زبان کو خاص دخل ہے۔ اب اگر زبان سے اچھی ہی باتیں کرتا ہے اور خیر خواہی میں اس کو استعمال کرتا ہے۔ تو یہ امتیاز اور تفوق اس کو خیر میں حاصل ہو گا۔ اور اگر زبان کو اس نے آلۂ شر بنا رکھا ہے مثلاً بری باتیں بکتا ہے۔ اور ناحق لوگوں کو ایذا دیتا ہے۔ تو پھر اسی زبان کی بدولت وہ شر میں ممتاز اور بالاتر ہوگا حتیٰ کہ کبھی کبھی یہی زبان آدمی کو کتے اور خنزیر سے بھی بدتر کر دے گی۔

حدیث شریف میں ہے :-

وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَىٰ مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ -

"یعنی آدمیوں کو جہنم میں اوندھے منہ ان کی بکواس ہی ڈالے گی"۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا

○

نماز

حافظ نور محمد انور

ہر برائی، بے حیائی سے بچاتی ہے نماز
راستہ ہر ایک کو سیدھا دکھاتی ہے نماز
ہر مرض کا ہے صلوٰۃ و صوم میں پنہاں علاج
صحتِ کامل کی خوشخبری سناتی ہے نماز
سب سے پہلے اس کی پرسش ہوگی روزِ حشر میں
خالقِ کونین کے نزدیک لاتی ہے نماز
بے قراروں کے لیے لاریب ہے وجہِ قرار
داغ سب دل سے گناہوں کے مٹاتی ہے نماز
شوق دل سے جو بشر کرتے ہیں اس کا اہتمام
ان کو انور ہر مصیبت سے بچاتی ہے نماز

○

میدانِ عرفات میں

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا خطاب

یوم عرفہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۶۴ء بروز شنبہ

از:۔ اسرار الحق۔ ڈھری حسن آباد۔ راولپنڈی

بزرگو اور دوستو! اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ ہم کو باوجود ہماری نااہلی کے اور اس بات کے کہ اس پاک میدان میں آنے کے قابل نہیں تھے۔ کیونکہ ہم میں بہت زیادہ گندگیاں بھری ہیں اس پاک میدان میں بلایا۔ جہاں آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرمؐ تک تمام انبیاء کو بلا کر حج نصیب کرایا۔ جس جگہ ہزاروں، لاکھوں انبیاء و رسل کا پسینہ گرا اور آنسو گرے اور ان کے انوار اب تک اس سرزمین میں موجود ہیں اس کی ذات سے امید ہے کہ ہمیں ایسی جگہ بلا کر ان کے آنسوؤں ذکر و استغفار، تلبیہ، چیخ و پکار کی نسبت سے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مغفرت نصیب فرمائے گا۔ ہمیں حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کی طرح امید رکھنی چاہیئے کہ ضرور ہماری مغفرت ہو گی یہیں حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کی توجہ قبول فرمائی اور ملاقات بھی اسی میدان میں کرائی اسی وجہ سے اس میدان کا نام عرفات ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی معرفت سے ایک قطرہ عطا فرمائیں۔ (آمین)

حضور اکرمؐ نے اس میدان میں خطبہ دیا اور آخر میں فرمایا کہ فلیبلغ الشاھد الغائب یعنی ہر شخص یہاں سے مبلغ بن کر جائے۔ اس سے پہلے فرمایا یہ کون سا دن ہے؟ کون سا مہینہ ہے؟ کون سا مقام ہے؟ کیا یہ فلاں دن نہیں؟ فلاں مہینہ نہیں؟ فلاں مقام نہیں؟ صحابہ نے عرض کیا بے شک ہے پھر فرمایا کہ جس طرح یہ سب قابل احترام ہیں۔ متنبہ ہو جاؤ کہ اسی طرح تمہاری جان کا ایک ایک قطرہ، ایک ایک بال اور مال، ایک ایک پیسہ ایک دوسرے کے اوپر حرام ہے۔ خواہ دنیا کے کسی حصہ کا مسلمان ہو ساری دنیا کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کی جان اور مال کی حفاظت کریں۔

بھائیو! یہ زمین جس پر اللہ نے ہمیں اور آپ کو محض اپنے کرم سے بلا استحقاق پہنچایا یہ سارے انبیاء کے دعا مانگنے کی جگہ ہے اور قیامت تک سارے انسانوں کی دعاؤں کا مرکز ہے۔ جیسا جس کو اللہ کی ذات پر یقین ہو گا اسی قدر اس کی دعا میں قوت ہو گی۔ پہلے سب انبیاءؑ نے یقینوں کے بدلنے کی اور اللہ جیسے ہیں ان کی ذات کو

پہچاننے کے لئے اور اللہ سے لینے کے لئے عبادات پر محنت کروائی پھر ان کی دعاؤں کی طاقت ان کے علاقے میں دکھلائی نوح ؑ کی دعا پر پوری قوم کو غرق کر دیا۔ اسی طرح سارے نبیوں سے محنت کرا کے ان کی دعاؤں کی طاقت کو ان کے علاقہ میں ظاہر کیا اپنے اپنے علاقہ میں محنت کر کے علاقہ کی ترتیب کو بدلوا کر سارے انبیاء کرام بیت اللہ پر پہنچا کرتے تھے جس طرح ایک غلام اپنے آقا کے کام کو محنت سے کر کے، اس کے پاس آتا ہے۔ وہ بہت ڈرتے ہوئے، ہچکیوں سے روتے پیٹتے بھکاری بن کر اللہ کے در پر آتے تھے پھر میدان عرفات میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

سارے انبیاء علیہم السلام کی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک محنت کا میدان قائم کیا اور سارے صحابہ کو انبیاء کے طریقہ پر ایمان اور اعمال صالحہ کی بنیاد پر اٹھایا اور ظاہر کے خلاف محنت کر کے خدا کے یقین کی بنیاد پر دعا مانگ کر اللہ سے اپنی حاجتوں کو پورا کرانا سکھایا۔ صحابہ نے اللہ کی اطاعت میں ظاہر کے خلاف کیا اور پھر دعا مانگی تو اللہ نے اپنی قدرت سے ظاہر کے خلاف کر کے دکھایا۔ ایک مرتبہ حضر موت کے علاقہ میں صحابہؓ کو پانی نہ ملنے کی وجہ سے موت نظر آ رہی تھی۔ صحابہؓ پڑاؤ کرنے کے لئے ایک میدان میں رکے ہی تھے کہ سارے جانور بھاگ گئے۔ پانی نہ ہونے کی وجہ سے موت پہلے ہی سامنے تھی۔ اب جانور بھی بھاگ گئے۔ پہلے ایک ہی موت تھی۔ اب دو موتیں نظر آنے لگیں ان کے امیر حضرت علیؓ حضرمیؓ نے کہا کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ کیا اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے نہیں ہو؟ کیا اللہ کی مدد میں حق نہیں ہیں؟ سب نے کہا ہیں۔ انہوں نے کہا پھر تیمم کرو اور اللہ سے دعا مانگو۔ چنانچہ فجر کی نماز تیمم کر کے پڑھی اور پھر دعا مانگی اور اس وقت تک دعا کے ہاتھ نہیں چھوڑے جب تک زمین سے پھٹ کر پانی نہیں نکل آیا۔ فرط خوشی سے ان کی زبان پر تھا کہ یہ ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ خوشی میں پانی میں کود پڑے اور پھر دیکھا کہ جانور بھی چلے آ رہے ہیں۔ اس طرح کہ جیسے کوئی ان کو پکڑ کر لا رہا ہے۔

حضور اپنے صحابہ کو ظاہر کے خلاف عمل کر کے دعا مانگ کر اللہ کی قدرت کے ذریعہ اپنے سارے مسائل کو حل کرانا سکھا گئے تھے اللہ کی قدرت سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے یقین اور اللہ کی عبادت اور بندگان خدا سے ہمدردی، خدمت خلق اور اخلاص عمل کے ذریعہ ان کو دعا کی قوت حاصل ہو گئی تھی۔ دعا ایک ایسی بنیاد ہے۔ کہ مال سے تو تم ناکام ہو سکتے ہو لیکن تم مالدار ہو یا مفلس، امیر ہو یا فقیر، حاکم ہو یا محکوم، بیمار ہو یا تندرست ہر صورت میں دعا کے ذریعہ سے اللہ تم کو ضرور کامیاب کرے گا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو دعا کے راستے سے اپنی حاجتوں کا اللہ سے پورا کرانا خوب سکھایا۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں مسائل میں ان کی دعائیں خوب چلا کرتی تھیں۔

ظاہر تو محض خدا کے ہاتھ میں ہے اسے

جیسا چاہے بدل دے۔ تیرہ سال کی مسلسل محنت پر تفصیلی دعا کا طریقہ آیا اور اس کے بعد جب آپ یہاں پہنچے تو آپؐ نے اور آپ کے صحابہ نے امت کے لئے دعائیں مانگیں۔ ہر نبی کو ایک دعا ایسی دی جاتی تھی کہ جس وقت وہ دعا مانگیں گے۔ اللہ وہ کر دیں گے یہ دعا اس نبی کی محنت کے بدلے میں دی جاتی تھی۔ سارے نبیوں نے اپنی قوم یا امت کے متعلق دعائیں یا بد دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کو قبول فرمایا۔ نبی کے ماننے والوں کو ان کی دعا نے چمکا دیا اور نہ ماننے والوں کو برباد کر دیا۔ کہیں آسمان سے کھانے اتار دیئے اس طرح ان کی محنتوں والی دعائیں دنیا ہی میں نمٹ گئیں اور ختم ہو گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دوسرے انبیاء کی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک دعا محنت والی عطا فرمائی لیکن حضورؐ نے وہ دعا دنیا میں نہیں مانگی بلکہ اس کو پوری امت کے آخرت کے مسائل حل کرنے کے لئے محفوظ رکھا۔ فرمایا کہ سب نبی آکر اپنی دعا کر گئے لیکن میں اپنی محنت والی دعا کو آخرت میں لے کر جا رہا ہوں۔ وہی "شفاعت" ہے۔ وہ میری محنت والی دعا ہے اور اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ تم کو راضی کر دوں گا اور جب تک میری ساری امت جنت میں داخل نہیں ہو جائے گی میں راضی نہیں ہونگا۔ عام مسلمان تو کہتے تھے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ شفاعت والی آیت ہے لیکن اہل بیت کہتے تھے ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ شفاعت والی آیت ہے۔

ایک دعا نبی کی محنت پر قبول ہوتی ہے

ایک دعا نبی کی نماز پر روزہ پر حج پر قبول ہوتی ہے۔ ایک امتی کی دعا بھی اسی طرح قبول ہوتی ہے۔ جس ذات نے حج کو صحیح کیا اور قیامت تک کے لئے اس کو چالو کیا اور ایسا بڑھیا حج کیا کہ آدمؑ سے لے کر آج تک نہ ایسا بڑھیا حج ہوا اور نہ آئندہ قیامت تک ہو گا تو اس ذات کی حج والی دعا کس قدر اونچی اور قبولیت والی ہو گی۔ آپ نے اپنی محنت والی دعا کو بھی آخرت میں امت کی ابدی زندگی کے لئے محفوظ فرما دیا نہ اپنے لئے کچھ مانگا نہ اپنے خاندان یا صحابہ کے لئے اسی طرح حج کی دعائیں بھی سوائے امت کے کسی اور کے لئے کچھ نہ مانگا۔ یہ نہ مانگا کہ حسینؓ قتل نہ کئے جائیں۔ حضرت عثمانؓ شہید نہ کئے جائیں اور چین کی زندگی گذاریں بلکہ ان دونوں کو تو اس کی خبر دے گئے ساری امت کے لئے قربانی دیتے رہے۔ حضرت امام حسینؓ جس کے ہاتھوں قتل ہوئے، علیؓ قتل ہوئے، حضرت عثمانؓ قتل ہوئے اس کو تو پی گئے اور ساری امت میں ان قاتلوں کو بھی شامل کر کے پوری امت کی مغفرت کی دعا مانگ گئے۔ خواہ کتنی تکالیف پہنچ جائیں ان کو برداشت کر لیا جائے تو اللہ اپنا پیارا بنا لیتے ہیں۔ اپنے اور اپنے خاندان والوں کے بارے میں آپ نے ہر قسم کی تکالیف برداشت کر کے حج والی دعا مانگی تو وہ بھی ساری امت ہی کے لئے مانگی۔ آپ کو اپنی امت سے بہت زیادہ محبت اور تعلق تھا۔ آج

دین کے دشمن بے انتہا مال خرچ کر کے امت کو اسلام سے نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں امت اعمال تو چھوڑ رہی ہے۔ لیکن اب بھی دین چھوڑنے پر تیار نہیں یہ برکت اور صدقہ ہے ان دعاؤں کا جو آپ امت کے لئے کر گئے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا دی۔ حضرت عائشہ اس دعا کو سن کر خوشی میں لوٹ پوٹ ہو گئیں اور کہا کہ یہ دعا مجھ کو بہت پسند آئی۔ حضور نے فرمایا اے عائشہؓ یہی یہ دعا ہر نماز کے بعد اپنی امت کے لئے روزانہ کرتا ہوں۔ یہ حضرت عائشہؓ کون ہیں حضور سے پوچھا گیا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے ؟

فرمایا عائشہؓ۔ ایسی عائشہؓ کو تو وہ دعا عمر میں ایک مرتبہ دی اور امت کے لئے وہ دعا جو روزانہ ہر نماز کے بعد، ج پر اپنے یا اپنے رشتہ داروں کے لئے دعا مانگنے کے بجائے آپ نے امت ہی کے لئے دعا مانگی آپ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی۔ عرض کیا کہ پہلے نبی آئے تھے وہ گرتی ہوئی امتوں کو سنبھال لیا کرتے تھے۔ اب کوئی نبی آنے والا نہیں شیطان بہکانے کے لئے موجود ہے۔ امت گرے گی تو گرتی چلی جائے گی۔ اب آپ یہ طے فرما دیجئے کہ یہ ساری امت جنت میں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بہت رونے اور گڑگڑانے پر امت کی مغفرت فرمادی سوائے ظالم کے کہ اس کو نہیں بخشوں گا۔ اب مزدلفہ تشریف لا کر ان ظالموں کے لئے بھی آپؐ روئے جو مسلمانوں کو ستاتیں اور پریشان کریں اور اللہ سے دعا کی۔ آپ کو امت سے کس قدر تعلق تھا ہم تو اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ آپ کے سامنے ایک چور لایا گیا آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ جس وقت اس کا ہاتھ کاٹا جا رہا تھا۔ آپ کا چہرہ زرد ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو تو اس کے ہاتھ کٹنے کا بہت رنج ہوا۔ اگر ایسا تھا تو آپ اس کا حکم نہ فرماتے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بدترین امیر ہے جو حد کو جاری نہ کرے۔ تم اپنے بھائی کو میرے پاس تک لائے کیوں نہیں سمجھا بجھا کر توبہ کرا دیتے۔ تم نے تو شیطان کا ساتھ دیا۔ اب میرے ایک امتی کا ہاتھ تم سب کے سامنے کاٹا جا رہا ہے۔ اس پر مجھے کیوں رنج نہ ہو آپ اپنی امت کے چور تک کے لئے اس قدر شفیق ہیں اور تو یوں کہیں کہ کم بخت چور تھا اچھا ہوا ہاتھ کٹ گیا اور سزا ملی لیکن آپ کے آنسو اس کے لئے جاری ہو گئے آج امت کے ہزاروں بے گناہ افراد، عورتوں اور بچوں کے گلے کاٹے جا رہے ہیں۔ لیکن ان پر ہمارا ایک ایسا آنسو بھی نہیں نکلتا جیسے حضورؐ کے بے شمار آنسو ایک امتی چور کے ہاتھ کٹنے پر نکلے تھے۔ اس امت پر آپؐ کو زبردست شفقت تھی۔ اس امت پر آپؐ نے اپنا عیش قربان کیا، لذتیں قربان کیں۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی حضور کے پاس آیا اور اس زور سے آپ کی چادر کھینچی کہ گلا گھٹ گیا

اور رنگ بدل گیا۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا حضور آپ کے پاس ایسے جاہل لوگ آتے ہیں کوئی چادر کھینچتا ہے کوئی ہاتھ پکڑتا ہے۔ آپ کے لئے کوئی اونچی جگہ بنوا دیں جہاں آپ تشریف رکھا کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں مجھ کو چھوڑ دو انہیں دیہاتیوں کے ساتھ۔ آپ کو جیسی شفقت امت کے ساتھ تھی کسی دوست کو دوست کے ساتھ نہیں ہو سکتی تھی۔ آپ نے رو رو کر مزدلفہ میں ان کی بخشش کرائی عرض کیا کہ یا اللہ آپ کے خزانوں میں کمی نہیں۔ مظلوم کو اپنے خزانہ سے بدلہ دیا دیجئے اور ظالم کو معاف فرما کر جنت میں پہنچا دیجئے اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی قبول فرما لیا۔ یہ دعا بھی مانگی کہ کوئی دشمن ایسا نہ ہو کہ سو فیصد ان کو ختم کر دے یہ بھی قبول ہو گئی پھر دعا مانگی کہ یہ آپس میں نہ لڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی بد اعمالیوں کی کوئی سزا بھی تو ہو۔ اب یہ ہو گا کہ مسلمان اللہ کے دین سے اللہ کے حکم سے اعراض کریں گے تو اللہ ان کے دل پھاڑ دیں گے اور اس سے ان کا ضعف ہو گا اور ان کے دشمن ان کو کمزور پا کر ان پر دست درازی کریں گے اور ان کا خون ہو گا اور اسی میں ان کے عصیان کا کفارہ ہو جاتے گا۔

خوارج کا قتل ہو رہا تھا۔ وہ پکڑ کر لائے جا رہے تھے اور مارے جا رہے تھے جب کسی خارجی کا سر کٹتا تو ایک صحابی کے صاحبزادے "فی النار" کہتے تھے۔ باپ نے ڈانٹا کہ کیا کہہ رہا ہے۔ یہ حضور کا امتی ہے۔ حضور نے فرمایا ہے کہ میرے امتی کو نافرمانیوں کی سزا دنیا میں دے کر آخرت میں جنت دیدیتے ہیں۔ حضور نے اپنا سب کچھ امت پر لٹایا ہے اور اس پر اللہ نے جتنا زیادہ دیا وہ سب بھی امت پر لٹا دیا۔ انتقال کے وقت بیویوں یا رشتہ داروں کو بلا کر دیکھنے کا جذبہ نہ ہوا جذبہ ہوا تو یہ ہوا کہ جاتے وقت میں اپنی امت کو دیکھتا جاؤں۔ فجر کی نماز ہو رہی تھی اور حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ گریہ وزاری سے نماز بھری ہوئی تھی۔ امت کو دیکھنے کے لئے آپ نے پردہ اٹھوایا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ عنقریب تھا کہ ہم فتنے میں پڑ جاتے اور اللہ کی طرف سے ہٹ کر حضور کی طرف ہو جاتے۔ امت کو نماز پڑھتا دیکھا اور پھر آپ نے پردہ گرا دیا۔ آخری وقت میں آپ کی توجہ بجائے گھر والوں کے امت کی طرف تھی۔ حضرت اسامہ کو بلا کر کہا کہ اللہ کے رستے میں چلے جاؤ اور آخر وقت میں یہ الفاظ تھے۔

"الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم" اور اس کے بعد صرف "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" کے الفاظ تھے۔ انتقال کے بعد سینے پر کان لگائے تو بھی "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" کے الفاظ تھے۔ محبوب پر جو اپنے کو قربان کرتا ہے انتہائی پیارا ہو جاتا ہے۔ حضورؐ نے امت پر انتہائی قربانی دی ہے۔

مرتبہ ———— میر عبد الحلیم گوجرانوالہ

حضرت جی کی ایک تاریخی تقریر

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدہٗ نے یہ تقریر دل پذیر اپنی وفات سے ایک ہفتہ قبل گوجرانوالہ میں نماز جمعہ سے قبل فرمائی تھی۔ گویا یہ آپ کی زندگی کا آخری جمعہ تھا۔ جس میں آپ نے تقریر فرمائی۔ اس سے اگلے جمعہ کو لاہور بلال پارک میں آپ کا وصال ہو گیا

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

میرے بھائیو اور دوستو! انسان کو حق تعالیٰ شانہٗ نے تھوڑے دنوں کے لئے اس دنیا میں بھیجا ہے اور محنت کی دولت دے کر بھیجا ہے اور اس لئے بھیجا ہے کہ اپنی محنت کو اپنے اوپر خرچ کر کے قیمتی بنا لے۔ اگر اس نے اپنی محنت کو اپنے اوپر خرچ کر کے اپنے کو قیمتی بنا لیا تو حق تعالیٰ شانہٗ دنیا میں بھی رحمتوں کی بارش برسائیں گے۔ انعامات کی بارش برسائیں گے۔ کامیابیوں کے دروازے کھولیں گے۔ اور جب یہ مرجائے گا تو اس کی قیمت کے اعتبار سے جتنا اس نے اپنے قیمتی بننے میں محنت کی ہو گی اور جتنا اپنی ذات کو قیمتی بنا لیا۔ اس کے اعتبار سے اسے جنت کے درجے عطا فرمائیں گے۔ ساتوں زمینوں آسمان سے دس گنے سے زیادہ سے لے کر لاکھوں اور کروڑوں گنا تک ایک انسان کو ملے گا۔ اس کی اپنی قیمت کے اعتبار سے اس کے اندر کیا قیمت ہے، اب میرے عزیز دوستو! یہ جو انسان کی محنت ہے۔ یہ دو رخی ہے۔ اس محنت سے دو رخ پہ بنتا ہے۔ باہر چیزوں کی شکلیں بنتی ہیں۔ انسانوں کی محنت سے، سڑکوں کی شکل، موٹروں کی شکل، سواریوں کی شکل، غذاؤں کی شکل، حلووں کی شکل، کھانے پینے کی چیزوں کی شکل، سواریوں کی مکان کی شکل تو چیزوں کی شکلیں تو بنتی ہیں

انسان کے باہر اور یقین کی شکلیں بنتی ہیں ۔ انسان کے اندر نیت کی شکلیں بنتی ھیں ۔ انسان کے اندر علم اور جہل کی شکلیں بنتی ہیں ۔ انسان کے اندر غفلت اور ذکر بنتا ہے ۔ انسان کے اندر، اخلاق اور بد اخلاقی کا نور اور ظلمت بنتا ہے ۔ انسان کے اندر تو انسان کی محنت ہے ۔ جس طرح باہر چیزوں کی شکلیں بنتی ہیں ۔ اس طرح اندر میں ایمان کی یقین کی اخلاق کی محبت کی عداوت کی شکلیں اندر میں بنتی ہیں ۔ محنت کرتے کرتے کسی سے محبت کرنے والا بنتا ہے ۔ کسی سے عداوت کرنے والا بنتا ہے ، محنت کرتے کرتے کسی پہ اعتماد کرنے والا بنتا ہے کسی پہ اعتماد نہ کرنے والا بنتا ہے ۔ محنت کرتے کرتے کسی پہ یقین کرنے والا بنتا ہے کسی پہ یقین نہ کرنے والا بنتا ہے ۔ تو محنت سے چیزوں کی شکلیں تو بنیں گی باہر اور یقین کی نیت کی علم دھیان کی محبت کی عداوت کی، اعتماد کی بھروسے کی یہ شکلیں انسان کے اندر بنیں گی ۔ جو باہر بن رہی ہیں ۔ شکلیں چاہے وہ وزیروں کے ہاتھ میں ہوں ۔ شکلیں چاہے وہ صدروں کے ہاتھ میں ہوں ۔ شکلیں چاہے وہ گورنروں کے ہاتھ میں ہوں چاہے وہ ان سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں شکلیں ہوں چاہے وہ مزدوروں کے ہاتھوں میں شکلیں ہوں ۔ شکلوں کو انسان ہر جگہ منتقل نہیں کرتا ۔ اور ان چیزوں کی شکلیں انسان کے ساتھ ہر جگہ منتقل نہیں ہوتیں آپ لاہور جائیں گے تو آپ نے بیس، تیس، چالیس، پچاس سال کی محنت سے جتنی دکان کی شکل بنائی ہے اور کوٹھی کی شکل بنائی ہے یا باغیچے کی شکل بنائی ہے یا عیش کی شکلیں بنائی ہے وہ آپ کے ساتھ لاہور نہیں جائیں گی یہیں چھوڑ جاؤ گے اور جب اس ملک سے دوسرے ملک میں جاؤ گے تو نقدی بھی چھوڑ کے جانی پڑے گی ساری نقدی بھی ساتھ نہیں لے جا سکتے ۔ جتنا پیسہ بنا ہوا ہے ۔ سب یہیں چھوڑ جاؤ گے ۔ جتنا حکومت تمہیں اجازت دے گی اتنا لے جا سکو گے ۔ دوسرے ملک میں، سارا بنا ہوا اس کی شکل میں نہیں لے جا سکو گے اور پھر اس دنیا سے جب آپ آخرت کی طرف جائیں گے تو باہر کا جتنا بنا ہوا ہے وہ سو فیصد یہاں چھوڑ کے جانا پڑے گا ۔ بدن کے کپڑے تک چھوڑ کے جانے پڑیں گے ۔ یہ عینک تک چھوڑ کے جانی پڑے گی ۔ جس کے بغیر ہمارا گزارہ نہیں ہوتا

اس وقت ساتھ چھوڑیں گی ۔ جب

یہ روح جسم سے نکل کر خدا کی طرف چلے گی - اس وقت جو کچھ تھا یہ دنیا کا باہر کا بنا ہوا - وہ سارا یہیں کا یہیں رہ جائے گا -

لیکن میرے عزیز دوستو! جو انسان کے اندر بنتا ہے - انسان اسے چوبیس گھنٹے جہاں جاتا ہے - اپنے ساتھ لے کے جاتا ہے - پاخانوں میں جاؤ گے تو جو کچھ اندر کا بنا ہوا ساتھ لے کے جاؤ گے - دسترخوان پر بیٹھو گے تو جو کچھ اندر کا بنا ہوا ہے - ساتھ لے کے بیٹھو گے - چارپائی پر سونے کے لئے جاؤ گے - چارپائی پر لیٹو گے تو اندر کا جو کچھ بنا ہوا ہے ساتھ لے کے لیٹو گے - اگر لاہور جاؤ گے اندر کا بنا ہوا سارا لے کے جاؤ گے - کراچی جاؤ گے سارا لے کے جاؤ گے - دنیا کے کسی ملک میں جاؤ گے اندر کا سارا لے کے جاؤ گے جو یقین اندر میں بنا ہوا ساتھ جائے گا - اور جو محبت اندر میں بنی ہوئی ساتھ جائے گی جو عداوت اندر میں بنی ہوئی ساتھ جائے گی جو علم اندر میں بنا ہوا ساتھ جائے گا جو دھیان اندر میں بنا ہوا ساتھ جائے گا جو اعتماد اور بھروسہ اندر میں بناہوا جائے گا تو اندر کا بنا ہوا ہر وقت ساتھ چلتا ہے اور باہر کا بنا ہوا ہر وقت ساتھ نہیں چلتا یہاں تک کہ جب دُنیا سے آخرت کی طرف انسان منتقل ہو گا تو اندر کے بنے ہوئے کو سو فیصد ساتھ لے جائے گا - اب اگر وہ بنا جو قیمتی ہے تو یہ جہاں جاتا ہے کامیاب ہوتا ہے اور اگر اندر میں وہ بنا جو بے قیمت ہے تو جہاں جاتا ہے ناکام ہوتا ہے وہ اخلاق بنا جس میں عزت ملتی ہے وہ یقین بنا جس میں بلندی ملتی ہے - وہ محبت بنا جس پر انعامات ملتے ہیں وہ اعتماد بنا جس پر مدد کے دروازے کھلتے ہیں وہ علم بنا جس علم پر خدا چمکاتا ہے وہ دھیان بنا جس دھیان پر خدا کامیاب کرتا ہے تو اگر اندر میں وہ بنا - جس جہہ کے بننے کے لئے خدا نے دنیا میں بھیجا - اور جہہ بننے کے لئے خدا نے محنت کی دولت عطا فرمائی تو محنت کر کے اندر میں اگر وہ بن گیا تو دنیا کے جس علاقے میں چاہے پھرے - جس ملک میں جائے اور جس سڑک پر چاہے نکل جائے اور جس سواری پہ چاہے سوار ہو جائے - چاہے گدھے پہ سوار ہو کے نکلے - چاہے موٹر پہ سوار ہو کے نکلے - چاہے پیدل نکلے - چاہے سواری میں نکلے چاہے - جھونپڑوں پر لیٹے چاہے کوٹھیوں میں لیٹے چاہے چٹنی روٹی کھاتا ہوا نکلے - لاکھوں کے کھانے کھاتا ہوا نکلے ، اندر کا بنا ہوا اگر وہ ہے جس پہ خدا کامیاب کیا کرتے ہیں اور جو قیمتی ہے تو

پھر جس لائن کو نکلو گے جس شکل سے گزرو گے کامیاب ہو جاؤ گے اور اگر خدا نخواستہ وہ بن گیا، جو بے قیمت ہے وہ یقین بنا جس پر خدا پکڑ کرتے ہیں وہ محبت بنا جس پر خدا مصیبتیں ڈالتے ہیں اور وہ اعتماد بنا جس پہ خدا زندگی بگاڑتے ہیں۔ اور وہ علم بنا جس کو خدا جہل قرار دیتے ہیں وہ دھیان بنا جسکو اللہ غفلت کہتے ہیں۔ تو اگر اندر میں وہ بنا جس کے بننے پر خدا ناکام کیا کرتے ہیں تو دنیا میں انسان جہاں کو بھی نکلے گا۔ چاہے سواریوں پر نکلے چاہے کاروں میں نکلے چاہے ہوائی جہازوں میں نکلے ذلیل ہو گا۔ خوفزدہ ہو گا۔ غیر مطمئن ہو گا۔ پریشان حال ہو گا۔ دنیا میں چاہے۔ جن شکلوں میں کوئی نکلے، کامیابی نصیب نہیں ہو گی۔ شکلیں بنی ہوئی مل جائیں گی۔ لیکن عزت نہیں ملے گی اور جب مرے گا تو اندر کا بنا خدا ہر ایک کو دکھائیں گے۔ کہ تیرے میں کیا بنا۔

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ؕ

اندر کا بنا ہوا دکھاویں گے

صاحبزادے! یہ یقین بنا کے لائے ہو۔ یہ تو دوزخ والا یقین ہے جنت میں نہیں لے جاتا یہ، یہ محبت تو دوزخ میں لے جاتی ہے یہ تو دنیا کی محبت ہے۔ یہ تو دوزخ میں لے جاتی ہے۔ یہ نہیں لے جاتی جنت میں۔ کہاں ہے وہ اللہ کی محبت وہ کون سے کونے میں رکھی ہے۔ لاؤ لا کر دکھاؤ، لاؤ وہ رسول اللہ کی محبت نکال کر دکھاؤ۔ وہ محبت جس پر آدمی جان و مال ماں باپ اولاد تک قربان کر دے۔ کہاں ہے وہ محبت؟ یہ دل میں دکھاؤ کہ محبت کی جگہ دل ہے۔ زبان محبت کی جگہ نہیں۔ زبان محبت کی جگہ ہے ہی نہیں۔ یہ جو زبان پر ہے۔ اس کو رسول اللہ کی محبت کا اظہار کہتے ہیں اور اظہار کی جگہ زبان ہے۔ محبت کی جگہ زبان نہیں اظہار کی جگہ زبان ہے۔ ایمان کی جگہ زبان نہیں ہے۔ زبان اظہار کی جگہ ہے۔ ایمان کو ظاہر کرتی ہے، یہ زبان ایمان کی جگہ نہیں ہے۔ ایمان کی جگہ تو دل ہے۔ محبت کی جگہ تو دل ہے اعتماد کی جگہ تو دل ہے۔ زبان خائن بنتی ہے اور ایسی منافق ہے یہ زبان کہ جو دل میں ہو اسے بھی بول پڑے اور اس کے خلاف بھی بول پڑے۔ کوئی آدمی آیا، اب آپ کو بہت غصہ آیا، کہ بے موقع آ گیا۔ روٹی کھا کے سوتے ہیں تو بیگم کو بلا رکھا ہے۔ اس وقت اور بے موقع آ کے بیٹھ گیا اور خوب طبیعت میں ناگواری ہے۔ اور زبان سے کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ کے

آنے سے بڑی مسرت ہوئی، تو زبان نے وہ نہیں بولا جو دل میں ہے اس کے خلاف بولا - تو زبان وہ بھی بولتی ہے جو دل میں ہے اور زبان وہ بھی بولتی ہے - جو دل میں نہیں ہے - انسان زبان سے دھوکہ کھا جاتا ہے - کل کو قیامت میں زبان سے وہی نکلے گا - جو دل میں ہے اور زبان وہ بھی بولتی ہے جو دل میں نہیں ہو گا - وہ زبان پر نہیں آئے گا -

اسی واسطے لکھا ہے علمائے محققین اور مفسرین حضرات نے کہ یہاں دنیا میں کوئی کتنا ہی قرآن حفظ کر لے اور سارا پڑھ لے - اور ایسا یاد ہو کر بے جھجکے بے اٹکے سارا قرآن پڑھ جاوے - لیکن کل کو قیامت میں جب قرآن پڑھنے کا وقت آئے گا کہ پڑھ اور جنت کے درجوں پر چڑھ، چڑھتا چلا جا بڑھتا چلا جا، تو اس طرح فرمایا کہ جتنا قرآن پر عمل ہو گا - زبان پر اتنا ہی آئے گا - عمل میں نہیں ہو گا تو قرآن پڑھا نہیں جائے گا - دنیا والی بات نہیں ہے - عمل کچھ اور قرآن پڑھ رہے ہیں - دل میں کچھ اور زبان پر بول رہے ہیں وہاں تو جو عمل ہو گا - وہ زبان بولے گی جو یقین ہو گا - وہ زبان بولے گی -

اس لئے میرے عزیزو اور دوستو! اللہ ربّ العزت نے محنت کی دولت عطا فرمائی اور مسجد کے اندر آواز لگوائی کہ دیکھو اپنے اپنے نقشوں سے نکل کر آؤ وقت تمہارے پاس موجود ہے آنکھ کھل جائے گی تو وقت جاتا رہے گا - محنت کرنے کا اس وقت اگر محنت کر لی تو تم اندر کی بنیادوں کو ٹھیک کر لو گے - اب اگر تم نے وقت پر محنت خرچ نہ کی تو موت کے وقت یہ حرکت ختم ہو جائے گی - مرنے کے بعد یہ ختم ہو جائے گی قرآن میں ہے وہ یوں کہیں گے کہ اللہ ہم نے دیکھ لیا -

رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ٥

ترجمہ - اے رب دیکھ لیا سن لیا (سب ہماری سمجھ میں آ گیا) اب آپ دنیا میں واپس بھیجئے ہم اچھے عمل کر کے آئیں گے

تو عمل پر محنت کا میدان یہ دنیا ہے اب اگر آدمی مر جائے گا تو آخرت میں عمل کا میدان نہیں رہے گا - محنت کا میدان ختم ہو جائے گا - آج جیسے بنیں گے ویسا درجہ قائم ہو جائے گا - خراب

بن گئے تو دوزخ ، اچھے بن گئے تو
جنت ۔ جس شکل کے اچھے بنے
اس شکل کی جنت ملے گی ۔ اب
اس کے لئے مسجدیں بنیں اور آواز
لگائی گئی کہ دیکھو یہ چیزیں تم نے
اپنے میں پیدا کرنی ہیں ۔ اگر تم اپنے
کو قیمتی بنانا چاہتے ہو اگر کامیاب
بنانا چاہتے ہو ۔ تو تمہیں اپنے اندر
یہ چیزیں اتارنی ہیں ۔ دل میں اتارو
زبان سے جو بولو ۔ اس کے خلاف
مت کرو ۔ اپنی اپنی زبانوں سے
دھوکے مت کھاؤ ۔ تمہارے دل
میں ان چیزوں کو دیکھا جائے گا کہ
تم میں یہ ہیں یا نہیں ، سب سے
پہلی بات ! اللہ اکبر! زمین ، آسمان
ہوا ، پانی ، آگ ، پہاڑ جتنی چھوٹی
بڑی شکلیں ہیں ۔ ان سب سے
اللہ بہت بڑے ہیں ۔ وہ ہوا جس
کو خدا اگر مشرق سے مغرب تک
ایک دن کے لئے تیز چلادیں ، یا
آدھے دن کے لئے تو موسیٰ وعیسیٰ
کے ہاتھوں جتنی ایجادات ہیں اور
ان کے پیچھے چلنے والے جتنی شکلیں
لئے بیٹھے ہیں ۔ وہ روئے زمین
سے آدھے دن میں صاف ہو جائیں
اگر عاد جیسی ہوا چلا دیں سب فنا
ہو جائیں ۔ اللہ اس ہوا سے بہت
بڑا ہے ۔ تمہارے ہاتھوں کی شکلیں
تو ہوا کے سامنے کچھ نہیں اور
ہوا اللہ کے سامنے کچھ نہیں ۔ یہ
آگ اگر مشرق سے مغرب تک لگا
دی جائے ۔ جتنی اس میں شکلیں بنی
ہوئی ہیں ایک دن کی تاب نہ لا
سکیں ۔ اور یہ ساری راکھ ہو جائیں
جل کر اور ساری خاک ہو جائیں ۔
اگر مشرق سے مغرب تک پوری دنیا
میں آگ لگا دے خدا ۔ تمہارے
ہاتھوں کا بنا ہوا اس آگ کے
سامنے کچھ نہیں ۔ جو خدا کی کائنات
کے خزانوں میں آگ ہے یہ ساری
آگ اس آگ کے سامنے کچھ نہیں
اللہ بہت بڑا ہے ۔ یہ پوری زمین
اگر اسے ہلا دیا جائے ۔ اور جامنوں
کی طرح جس طرح جامنوں کو نرم
کرنے کے لئے شاخوں کو ہلاتے
ہیں ۔ اگر خدا چند منٹوں کے لئے
اسے ہلا دیں تو تمہارے ہاتھوں
سے جو کچھ بنا ہوا ہے ۔ وہ سارا
زمین کے اندر مل کر ختم ہو جائے
گا ۔ یہ زمین اور تمہارے ہاتھوں
سے جو کچھ اس پر بنا ہے ۔ اللہ
کے سامنے کچھ بھی نہیں ۔ اللہ
بہت بڑا ہے ۔ اگر یہ سارا کائناتی
خزانوں میں جس قدر پانی ہے ۔ اس
کو پوری دنیا میں بھر دیا جائے ۔
طوفانِ نوح کی طرح تو یہ انسانوں
کے ہاتھوں کا جس قدر بنا ہوا ہے
ایک دن کی تاب نہیں لا سکتا ، سارا

ٹوٹ کے ختم ہو جائے گا - تمہارے ہاتھوں کا بنا ہوا پانی کے سامنے کچھ نہیں اور پانی خدا کے سامنے کچھ نہیں اللہ اکبر - اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑے ہیں - اللہ کی بڑائی کی تحقیق کرو قرآن سے - اللہ کی بڑائی کی تحقیق کرو حدیثوں سے اللہ جیسے بڑے ہیں - ویسی بڑائی دل میں اتارو یقین ایسا پیدا کرو - جتنے وہ بڑے ہیں - جیسا وہ پیدا کرنے میں بڑے ہیں - جیسا وہ دینے میں بڑے ہیں جیسا وہ پالنے میں بڑے ہیں - جیسا وہ حفاظت کرنے میں بڑے ہیں - جیسا وہ پکڑنے میں بڑے ہیں - جیسا وہ ذلیل کرنے میں بڑے ہیں جیسا وہ بڑے ہیں - ان کی بڑائی کو تم خالی اللہ اکبر کہہ کر نہیں جانو گے - تم ان کی بڑائی کا قرآن سنو - بیٹھ کر - ان کی بڑائی کی حدیثیں سنو بیٹھ کر - دو کی بڑائی دل میں جمع نہیں ہو سکتی - خداوند قدوس اپنی بڑائی کو اس وقت تک نہیں مانیں گے - جب تک کہ ان کے دل سے بڑائی نکل کر باہر نہیں آجاتی - خدا کی بڑائی کو بول بول کر سن سن کر اپنے دلوں میں اتار لو - اور ملک و مال اور زمین و آسمان اور راکٹ و ایٹمیات اور دنیا بھر کے کارخانے اور ملیں اور دنیا بھر کا سونا اور چاندی اور دنیا بھر کا لوہا اور پیتل ان سب کی بڑائی دل سے نکال دو مرنے سے پہلے پہلے اور مرنے سے پہلے پہلے دل میں خدا کی بڑائی اتار لو - اگر غیروں کی بڑائی کو لے کر مرے تو رو سیاہ اٹھو گے اور وہ پٹائی ہو گی کہ الامان الحفیظ - ان کی بڑائی کو دل میں یوں جماؤ کہ جتنا کچھ آسمان اور زمین میں ہے یہ کچھ نہیں ہے - اللہ معبود ہے - اللہ مقصود ہے - اللہ مطلوب ہے - اللہ عزت دینے والے ہیں اللہ غیروں کے بغیر جو جی میں آئے اپنی قدرت سے کر دیں اور غیروں سے خدا کے بغیر کچھ نہیں ہو گا - غیروں سے نہ ہونے کو دل میں اتار لو ، زمین سے آسمان ، مشرق تا مغرب اپنی محنت کا یقین نکال کر کہ ہماری محنت سے کچھ نہیں ہو گا - خدا کے بغیر - خدا سے تمہاری محنت کے بغیر سب کچھ ہوتا ہے - دنیا کی چیزوں سے کچھ نہیں ہوتا خدا کے بغیر - اور خدا سے دنیا کی چیزوں کے بغیر سب کچھ ہوتا ہے - اللہ کو کسی اور کی ضرورت نہیں وہ جو کچھ کرتا ہے اپنی قدرت کے ساتھ کرتا ہے - اور جتنی اس میں شکلیں ہم نے بنا رکھی ہیں وہ ساری شکلیں خدا کی محتاج ہیں اس یقین کو دل میں بٹھا لو -

اب ان دو اعتبار سے سارے انسان اندھے ، جتنے انسان دنیا میں ہیں - خواہ وہ حاکم ہوں یا محکوم ، مالدار ہوں یا غریب ہوں - مولانا صاحب ہوں جو بھی ہوں ان دو باتوں کے اعتبار سے اندھے ہیں - ایک انہیں خدا کی ذات ان کی بڑائی اپنے آپ نظر نہیں آتی - ایک انہیں غیر سے نہ ہونا اور خدا سے ہوتا ، دکھائی نہیں دیتا - انسان خدا کی ذات کے اعتبار سے اندھے ہیں - بڑائی کے اعتبار سے بھی اندھا اور خدا کی ذات کے ہونے کو دیکھنے کے اعتبار سے بھی اندھا وہ بینا ہے زمینوں کو دیکھنے کے اعتبار سے پہاڑوں کے اعتبار سے لوہے پیتل کے اعتبار سے یہ بینا ہے - مخلوقات کے اعتبار سے یہ نابینا ہے - خالق کے اعتبار سے - ذاتِ باری تعالےٰ کے اعتبار سے نابینا ہے یہ -

اب اگر اللہ کی بڑائی دل میں اتارنی ہے اور اللہ سے اپنی زندگیوں کو بنوانا ہے تو ہمیں جب اللہ دکھائی نہیں دیتے تو اللہ کے اعتبار سے ہم استعمال خود کیسے ہو سکتے ہیں - جو چیز دکھائی دیتی ہے - اس کے اعتبار سے ہم استعمال خود ہو جائیں گے جو دکھائی دے گا وہ اپنے لئے طریقہ استعمال خود تجویز کرے گا جو چیز دکھائی دے گی وہ طریقہ استعمال خود تجویز کرلے گی - خود مال دکھائی دے رہا ہے - طریقہ استعمال آپ تجویز کر لیں گے - لیکن وہ خدا جو سب سے بڑا ہے اور اس کے علاوہ سب چھوٹے ہیں - اسی سے سب کچھ ہوتا ہے - اس کے غیر سے کچھ ہوتا ہی نہیں اب وہ آپ کو دکھائی نہیں دے رہا - تو صاحب بتائیے ! آپ اس کے اعتبار سے اس کی عظمت کے اعتبار سے ، اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کے اعتبار سے آپ کیا طریقہ استعمال تجویز کرتے ہیں -

اب کیا کرنا ہو گا - اندھے کے چلنے کی ترکیب یہ ہے کہ بینا کی آواز پر حرکت کرنے والا بن جائے یہ ہے اندھے کی کامیابی کا راز - اگر اندھا اندھے پن سے چل دے یا موٹر سے ٹکر کھا کر مرے گا یا کھمبے سے سر پھوٹے گا یا سانپ کو ہاتھ لگا دے گا - وہ کاٹے گا - یا بھوکا مرے گا یا پیاسا مرے گا - یا تریاق کی جگہ زہر کھا جائے گا مر جائے گا - ٹٹولتا پھرے گا - چیزیں کھانے کو ہیں - لیکن ادھر ادھر سے گزر جائے گا - ہاتھ لگا کر تو نابینا اپنی زندگی کے مسئلوں کا حل اپنی

حالتوں کا حل نابینا اپنے اندھے پن سے نہیں کر سکتا ، اسے بینا کی ضرورت ہے تو آواز لگائی جا رہی ہے کہ ساری دنیا کے انسان نابینا ہیں۔ اور وہ جو بینا ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ خدا نے انہیں آسمانوں پر بلایا ۔ خدا نے اپنی ذات کو انہیں دکھایا ۔ خدا نے اپنی جنت دوزخ انہیں دکھلائی ۔ خدا نے اچھے برے عملوں کا نفع نقصان انہیں دکھلایا ۔ خدا نے سود پر زندگی کس طرح بگڑتی ہے ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھ سے دکھایا بلی کو بھوکا مارنے سے اور اسے باندھ کر رکھنے سے زندگی کس طرح بگڑتی ہے آنکھ سے دکھلایا تو اللہ رب العزت نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بینا بنایا ہے ۔ خدا کی ذات کو دیکھا خدا کی جنت دوزخ کو دیکھا ۔ خدا کے بنائے ہوئے اچھے برے نقشوں کو اپنی آنکھ سے دیکھا ، ان وجوہات کے اعتبار سے سارے انسان اندھے ہیں ۔ اب یہ آواز لگائی جا رہی ہے کہ اگر زندگی بنانی ہے کامیاب ، اور اندر بنیادیں کامیابی کی بنانی ہیں تو دو تین چیزیں محنت کر کے بناؤ ۔ خدا کی بڑائی کو دل میں آتار لو ۔ خدا سے ہونا غیر سے نہ ہونا دل میں آتار لو ۔ غیر کا چھوٹا ہونا اور خدا کا بڑا ہونا دل میں آتار لو ۔ اور سب کا اندھا ہونا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بینا ہونا دل میں اتار لو اور اس کے بعد سب مشق کرو اس بات کی کہ بینا کی آواز پر استعمال ہونا آ جاوے ۔ پہلے طریقہ استعمال سیکھو ۔ تجارت بعد میں کیجیو ۔ پہلے بینا کی آواز پر تجارت میں استعمال ہونا سیکھو ۔ گھر کی زندگی بعد میں بنائیو پہلے بینا کی آواز پر گھر کی زندگی میں استعمال ہونا سیکھو ۔ پیسے خرچ بعد میں کیجیو ۔ مکان بعد میں بنائیو ۔ سارے کام بعد میں کیجیو پہلے تو بینا کی آواز پر حرکت کرنا سیکھو ۔ ان کی آواز پر کھڑا ہونا ۔ ان کی آواز پر بیٹھنا ۔ ان کی آواز پر بولنا ان کی آواز پر سننا ۔ ان کی آواز پر دیکھنا ، جس طرح وہ کہے اس طرح جھک جاؤ ۔ جو بولنے کو کہے بولو ۔ جہاں دیکھنے کو کہے دیکھو ۔

یہاں تک کہ یہ دل میں یقین پیدا کر لو کہ میں تو اندھا ہوں ۔ مجھے تو اپنی کامیابی کا راستہ دکھائی نہیں دیتا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے بینا بنایا ہے وہ جس طرح کہہ گئے اس طرح اٹھنے بیٹھنے میں اس طرح چلنے پھرنے میں اس طرح دیکھنے سننے میں اس طرح لینے دینے میں اس طرح پکڑنے چھوڑنے میں میری

کامیابی ہے اور یہ جو ملک و مال ہیں مجھے کامیابیاں دکھائی دے رہی ہیں یہ میرا اندھا پن ہے ۔ مجھے غلط دکھائی دے رہا ہے ۔ ایک آدمی کمزور نگاہ کا باہر سے آ رہا ۔ وہ یوں کہے ، میاں یہ مسجد ہل رہی ہے کیا ؟ دوسرے کہیں یہ مسجد نہیں ہل رہی ۔ آپ ہل رہے ہیں ۔ کیوں بھئی ! یہ ایک کے دو کیسے نظر آ رہے ہیں ایک مینار کے دو مینار کیسے ہو گئے آج ؟ لوگ کہیں دوسرا مینار نہیں بنوایا ۔ آپ کی آنکھ میں خرابی ہے آپ میں اندھا پن آ گیا ۔ اب یہ مسجد اس لئے بنی کہ اس کے حساب میں وقت نکالا جاوے ۔ خالی اللہ اکبر چاہے تم ساری عمر کہو ۔ اللہ کی بڑائی دل میں تب بیٹھے گی ۔ جب اس کا قرآن سنو گے ۔ سب سے پہلا قرآن اللہ اکبر کا آیا ہے ۔ سب سے پہلا قرآن اشہد ان لا الہ الا اللہ کا آیا ہے ۔ سب سے پہلا قرآن محمد رسول اللہ کا آیا ہے ۔ سب سے پہلا قرآن ان باتوں کا قرآن پہلے آیا ہے ۔ پہلے محنت کر کر کے قرآن سن سن کر حدیثیں سن سن کر اللہ کی بڑائی کو جان جاؤ ۔ ایک بڑائی وہ ہے ۔ جس کو جانتے ہو ۔ سب سے بڑا بلبلا ۔ سب سے بڑا پتھر سب سے بڑی کوٹھی ۔ اس قسم کے اکبر بہت بولے جائیں دنیا میں اور اکبر کو دیکھ کے بول رہے ہو ۔ دیکھ جان کے سمجھ کے بول رہے ہو ۔ اور ایک اکبر کو بغیر دیکھے بغیر جانے بغیر سمجھے بول رہے ہو ۔ جیسے بہت بڑا ڈاکٹر جس طرح کہے اس طرح کر لو ۔ بہت بڑا ڈاکٹر اس نے کہا کہ دیکھو فلانی چیز مت کھائیو ۔ فلانی مت کھائیو ۔ فلانی مت کھائیو ۔ اور یہ کھائیو ۔ یہ کھائیو ۔ یہ کھائیو وہ مت پیجیو ۔ یہ پیجیو اب سب کیونکہ بہت بڑے ڈاکٹر صاحب ہیں ۔ انہوں نے یہ پرہیز بتلایا ہے اس کے کہنے پر چل رہے ہیں اور اللہ کو بھی بہت بڑا کہہ رہا ہے ۔ رات دن انہوں نے کہا کہ سود مت کھائیو نہیں تو مصیبت میں آ جاؤ گے ۔ جھوٹ بول کے مت کھائیو ۔ رشوت سے مت کھائیو ۔ کسی کا دبا کے مت کھائیو ۔ وہ بھی اس کو بھی کہتے ہیں ۔ اکبر ، اور وہ بھی کہتا ہے کہ یہ کھا لوگے تو نقصان ہو گا ۔ یہ کھا لوگے تو فائدہ ہو گا ۔ لیکن مجال ہے کہ اس کے منع کئے ہوئے کو چھوڑ دیں اور اس کے بتلائے ہوئے کو پکڑ لیں ہے کوئی دنیا میں ۔ آج ہے کوئی مسلمان ایسا کرنے والا ۔ بہت بڑا ڈاکٹر جانتا ہے ، بہت بڑا وزیر جانتا ہے ۔ بہت بڑا سائنسدان جانتا ہے ۔ بہت بڑی بندوق جانتا ہے ۔ یہ ہر ایک کی

جنس بڑے کو جانتا ہے لیکن
خدا کو جو بہت بڑا کہتا ہے - اس
کو بیوقوف جانتا ہی نہیں - اس
لئے کہ اس نے اس کی بڑائی کو
دل میں آتارنے کے لئے کوئی محنت
کی ہی نہیں - ان کی بڑائی پہ محنت
کی ہے - ان کے پاس گیا ہے
ان کے پاس اٹھا بیٹھا ہے - اُن
کی لائن کی کتابیں پڑھی ہیں - اُن کی
لائن کی چیزوں کو معلوم کیا ہے -
لیکن اللہ کی لائن کی چیزوں پر کتنی
محنت کی - یقین بنانے میں کتنے
ہاتھ پیر مارے - ان کی بڑائی کو
دل میں آتارنے خدا کی معلومات
کو معلوم کرنے میں کتنا وقت صرف
کیا - کتنا اس کو زندگی میں بولا -
کتنا اس کی بڑائی کو سمجھا - غیروں کی
تردید اپنی زندگی میں کتنی کی نبیوں کی
زندگی اس طرح گزری کہ غیروں کی
بڑائی کی تردید کرتے ہیں - ان کی
تو زندگیاں گزری ہیں - اور محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کی بھی زندگی اسی میں
گزر گئی - لیکن یہاں اس چھوٹی زبان
سے ایک لفظ تردید میں ان چیزوں
کے لئے نہیں نکلتا کہ ان سے
کچھ نہیں ہوتا - خدا سے سب کچھ
ہوتا ہے - یہ کچھ بھی نہیں اللہ سب
کچھ ہیں اللہ اکبر -

بقیہ: مولانا احمد علیؒ کا طریقِ تبلیغ

ہم نے خوب تبلیغ کی -
اللہ کے بندو! تبلیغ تو یہ ہے
کہ اچھی بات کسی کے دل میں
ذہن نشین کرا دی جائے اور اسے
نیکی کا عامل بنایا جائے - دوسروں کی
عیب جوئی اور غیبت تو تبلیغ نہیں
کہلائی جا سکتی - حضرت لاہوریؒ کے
اخلاقِ حسنہ نے تمام اہلِ لاہور کو
ان کا معتقد بنا دیا تھا - ع

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

کا عملی مظاہرہ ہم نے حضرت لاہوریؒ
کے ہاں ملاحظہ کیا - اور جب حضرت
لاہوریؒ کا جنازہ اٹھا تو اس بات
کا عملی ثبوت تھا کہ کس طرح انہوں
نے محبت سے اہلِ لاہور کے قلوب
کو فتح کیا - غازی علم الدین شہید کا
کا جنازہ راقم الحروف نے لاہور میں
دیکھا تھا اور اس جنازہ کے بعد
حضرت لاہوریؒ کے جنازہ میں تمام
شہر اُمڈ آیا تھا اور لاکھوں آنکھیں
اشکبار تھیں ؎

بسر آمد روزگارِ ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

چند چند از حکمتِ یونانیاں
حکمت ایمانیاں را ہم بخواں

مسجد کی عظمت و اہمیّت

اللہ کی اطاعت کے لیے عام زندگی کو مسجد والی زندگی کے مطابق بنانا ضروری ہے

حضرت مولانا محمد یوسفؒ کی ایک تاریخی تقریر

یہ مسجد اس لئے بنی تھی ۔ اس مسجد کی ترتیب قائم کرو ۔ یہ ساری چیزیں دل میں اتریں گی ۔ جان کی محنت سے اس لئے اس بات کی دعوت دی گئی ۔ یہ دعوت جو میں کہہ رہا ہوں ۔ خدا کی بڑائی کی دعوت اللہ سے ہونے غیر سے نہ ہونے کی دعوت ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات پر ہونے کی دعوت کہ جو انہوں نے فرمایا اگر اس کو توڑیں گے تو ناکامی ہو گی ۔ اگر اس کو کریں گے تو کامیابی ہوگی ۔ اور اس کی دعوت دی جائے گی ۔ کہ ملک و مال کے نقشے سے کچھ نہیں ہو گا یہ سب دھوکا ہے اور جب مر گئے تو دھوکا کھل جائے گا ۔ اس سے کچھ ہوتا ہی نہیں ۔ ایک زلزلہ آتا ہے کسی علاقے میں ۔ دھوکا کھل جاتا ہے ۔ ساری چیزیں ٹوٹ کے گر پڑتی ہیں ۔ کسی علاقے میں سیلاب آتا ہے ۔

دھوکا کھل جاتا ہے ۔ ساری چیزیں ٹوٹ کے گر پڑتی ہیں یہ تو تمہارا دھوکا ہے کہ ان چیزوں کے اندر کامیابی ہے کامیابی اس میں نہیں ہے کامیابی اس میں ہے

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح ہی کے طریقے پر نماز پڑھنا سیکھ لے اور کامیابی لے لے ۔ بس اس میں ہے کامیابی ۔ کسی کوٹھی میں نہیں کسی مکان میں نہیں کسی کارخانے میں نہیں کان کھول کر سن لے بعد میں جب آنکھ کھلے گی تو پچھتاوے گا ۔ مرنے سے پہلے پہلے اس بات کو دل میں اتار لے کہ حضور کے طریقے میں استعمال ہونے میں کامیابی ہے اور ملک و مال کے چیتھڑوں میں کوئی کامیابی نہیں ۔ اس کو اپنے پہ کھول لے مرنے سے پہلے پہلے تیرے دل پہ کھل جائے ۔ کیونکہ تیرے مرتے ہی قبر میں جب جائے گا تو پہلا

سوال یہ ہو گا کہ بتا تیرا پالنے والا کون ہے ۔ اگر اس پر محنت کی تھی کہ دکان سے پلتا ہوں ۔ اپنی محنت سے پلتا ہوں ۔ پیسے سے پلتا ہوں تو قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا رب خدا ہے جو دل میں نہیں تو زبان پر کیسے آئے ۔ چاہے تو کروڑ مرتبہ روز پڑھ لیا کر ۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اور دکان پر یقین جما ہے تو یہ یقین معتبر نہیں ہے ۔ جس کو پالنے والا سمجھا کرتا ہے ۔ اس کے خلاف کوئی نہیں کرتا ۔ کوئی کرتا ہی نہیں اس کے خلاف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اس کو زبان سے کہا ۔ جس کی ہمیں معلومات حاصل نہیں ہیں تو پہلا سوال ہو گا ۔ تیرا رب کون ہے ۔ دکان جاتی رہے گی کھیتی جاتی رہے گی ۔ ملک کا نقشہ ہاتھ سے لے لیا جائے گا تو اگر اللہ اکبر تیرے دل میں بیٹھا ہوا نہیں ہے اور ہی ہے کہ میری محنت سے نقشے بنتے ہیں اور نقشوں سے میری زندگی بنتی ہے

تو خدا کی قسم ! یہ آدمی قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ میرے رب ہیں دوسرا سوال ہو گا ، تیرا دین کیا ہے ۔ پلنے کے لئے کیا کیا ۔ آخر پلنے کے لئے کیا کیا ۔ کوٹھیاں بنوائیں نقشے بنائے ۔ آخر کیا کیا پلنے کے لئے کیا کیا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر یہ سب کچھ کیا تو وہ کہے گا کہ پلنے کے لئے اسلام پہ چلا ہوں ۔

اور اگر یہاں نقشوں ہی میں پلنا دکھائی دیتا رہا ۔ تو کوئی آدمی قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے پلنے کا طریقہ اسلام ہے ۔ پھر یہ پوچھیں گے کہ اس آدمی کو کیا کہتا ہے ۔ جس نے کمانے میں یہ نہ کہا کہ جس طرح حضور نے فرمایا ۔ اس طرح کماؤں گا اور شادی کرنے میں یہ نہ کہا ۔ جس طرح حضور نے شادی کو بتلایا ۔ اس طرح کروں گا ۔ زندگی میں کہیں سرمایہ داروں کو بولتا ۔ کہیں حاکموں کو بولتا تھا ۔ کہیں یورپ کو بولتا تھا ۔ کہیں ایشیا کو بولتا تھا ۔ کہیں نصاریٰ کو بولتا تھا ، کہیں یہود کو بولتا تھا مکان ایسا بنائیں گے کپڑے ایسے بنائیں گے ۔ فلانی چیز ایسے بنائیں گے ۔ حضور کا نام زندگی کے کسی مرحلے میں آیا ہی نہیں ۔ شادی کی تو غیروں کے نام پر ۔ غیروں کے طریقے کیا ہیں ۔ مکان بنایا تو غیروں کے نام پر ۔ فلانی جیسی کوٹھی بنائیں گے ۔ فلانی جیسی موٹر خریدیں گے ۔ کہیں چھوٹی زبان سے زندگی کے شعبوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ آیا ۔ وہ کہیں گے کیا کہتا ہے اس آدمی کو ۔ وہ کہے گا میں نہیں جانتا کس کو پوچھتے ہو ! بھئی میرے تو بہت سے ہیں ۔ کوئی کوٹھی میں میرا مقتدا ہے ۔ کوئی لباس

میں میرا مقتدا ہے ۔ کوئی غذاؤں میں میرا مقتدا ہے ۔ کوئی کامیابی میں میرا مقتدا ہے ۔ میں تو ہزاروں کے پیچھے چلا ہوں ۔ ایک ہو تو بتاؤں تم بتاؤ تم کون سے کو پوچھو میں تو سمجھا نہیں ۔ ایک آواز آوے گی ۔ جھوٹا ہے کمبخت ! اس کے لئے آگ کے بستر بچھا دو اور دوزخ کی کھڑکی کھول دو ۔ اور آگ کے کپڑے پہنا دو ۔ بس یہی تین سوال ہیں میرے عزیز !

ان تین چیزوں کے لئے ان تین پر محنت کرنی پڑتی ہے ۔ وہ یہ ہیں خدا پالنے والا ہے ۔حضور کے طریقے پر محنت کرنے سے خدا پالتا ہے ۔ حضورؐ کا طریقہ یہ زبان پر چڑھ جاتے، اور خدا پالنے والا ہے ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر محنت کرکے ہاتھ اٹھائیں گے ۔ خدا پالے گا ۔بس پہلے نماز پر محنت کر لو ۔ حضور کے طریقے پر نماز پڑھنی سیکھ جاؤ ۔ اس کی دعوت دو۔ اس کے علم کے حلقوں میں فضائل کے مذاکروں میں مسائل کے سیکھنے سکھانے میں ۔ دعاؤں میں قرآن میں ذکر میں تلاوت میں اور نمازوں میں ۔ یہی ہمارا گھر میں محنت کا میدان ہے ۔ یہی ہمارا بازار کا نعرہ ہے ۔ یہی ہمارا کوٹھیوں کا نعرہ ہے ۔ یہی ہمارا حاکموں کے پاس جانے کا نعرہ ہے ۔ کامیابی کے لئے نماز ہے ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز بناؤ تو خدا کامیابی کے دروازے کھولے گا ۔ پانچ باتوں پر نماز لے آؤ ۔ نماز مقبول ہو جائے گی ۔ دروازے کھل جائیں گے ۔ کلمے والے یقین پر لاؤ کلمے نماز کے فضائل والا شوق ۔ مسائل والے طریقے ، اخلاص والی نیت ہوجائیگی اللہ والا دھیان ان پانچ چیزوں پر نماز آئے گی ۔ نماز مقبول ہو جائے گی ۔ انہی پانچ پر کمائی آئے گی تو کمائی حضورؐ والے طریقے پر آ جائے گی ۔ کلمے والے یقین پر کماؤ ۔ تمہاری شکلوں سے پیسہ نہیں ملتا خدا کے دینے سے ملتا ہے ۔ حضورؐ کے طریقے پر آ جاوے گی ۔ کلمے والے یقین پر کماؤ تمہاری شکلوں سے نہیں پیسہ ملتا ۔ خدا کے دینے سے ملتا ہے ۔ حضورؐ کے طریقے پر کماؤ گے ۔ خدا تمہیں بہت کچھ دے گا ۔ دنیا میں بہت دے گا ۔ آخرت میں فضائل کے شوق پر مسائل کے طریقوں پر اللہ کے دھیان پر اور اخلاص والی نیت پر جب کمائی آئے گی ان پر تو تمہاری یہ کمائیاں تمہیں جنت میں پہنچائیں گی گھر کی زندگی ان پانچ پر آئے گی تو گھر کی زندگی تمہیں جنت میں پہونچائے گی ۔ اگر تمہاری معاشرت اور آپس کے میل جول ان پانچ پر آئیں گے تو تمہیں جنت میں پہونچائیں گے ۔ یہ پانچ چیزیں اپنے میں پیدا کرنا ۔ اور ان کے لئے

وقت نکالنا اور اس کی محنت کا میدان قائم کرنا - اس کی دعوت دینا - اس کا ماحول بنانا - اس کے لئے پھرنا اور پھرانا اس کے لئے مسجدوں میں اکٹھا کرنا اور ہونا بس ایک چیز ہے کہ جو اپنا حصہ اس محنت میں ڈالے گا - اللہ کی ذات سے توقع ہے کہ خدا کی بڑائی اس کے بولنے میں آئے گی - سننے میں آئے گی - تعلیم کے حلقے چل جائیں گے کلمے نماز کے فضائل کھل جائیں گے - کلمے نماز کی ترتیب حضورؐ نے اپنے زمانے میں مسجد میں جو چلائی تھی - اگر ہم اپنی مسجدوں میں بیٹھ کر ان چیزوں کو چلانے لگیں گے اور نماز کے باہر جس قدر ہمارے شعبے ہیں وہ بھی حضورؐ کے طریقے پر آئیں گے - حضور کے طریقے پر آ گئے تو حکومت کر کے بھی جنت میں جائیں گے - اگر حضورؐ کے طریقے پر نہ آئے تو محکومیت میں بھی دوزخ میں جائیں گے - اگر آپ حضورؐ کے طریقے پر چل پڑے تو مالداری میں بھی جنت میں جائیں گے - اگر حضورؐ کے طریقے پر نہ چلے تو فقیری میں بھی دوزخ میں جائیں گے اصل میں کامیابی کی جو گارنٹی ہے وہ تو حضورؐ کے طریقوں میں ہے - مسجد میں ماحول بنا لو حضورؐ کے طریقوں کے سیکھنے سکھانے کا اور اس کے اندر کامیابی کے یقین بنانے ہیں - مسجد میں ماحول پھر اپنے اپنے شعبوں کو آہستہ آہستہ اس یقین پر لاؤ جتنا اللہ کرے - شرح صدر نصیب فرماتے رہیں اور جتنا نماز اور دعاؤں کے ساتھ یقین بڑھتا رہے اتنا ہی اپنے باہر کے شعبوں کو بھی حضورؐ کے طریقے پر لاتے رہو - ایک دم سارے طریقے نہیں بدلا کرتے - ہاں البتہ محنت ایک دم شروع ہو جایا کرتی ہے - آدمی محنت ایک دم شروع کر دیتا ہے - کھیتی کی محنت ایک دم شروع کر دیتا ہے - لیکن کھیتی ہوتے ہوتے ہوتی ہے - کوٹھی بنتی بنتے بنتی ہے بس محنت شروع کر دی جائے - اسی لئے تبلیغ میں جو ہیں - تھوڑی سی تربیت اپنی محنت کی کرتی ہے - کلمے نماز کا مسجد میں ماحول بنانے کی محنت ، ایک دفعہ ہمت کر کے تین چلے دے دو - سال کا چلہ دیتے رہو - مہینے میں تین دن کے لئے نکلتے رہو - ہفتے کی دو گشتیں کرتے رہو - اپنی مسجد میں تعلیم تسبیح اور نفلوں کا اور ایمان کی دعوت کا ایک ماحول بنا لو - بس اگر اتنا کر لیا سارے مسلمانوں نے مل کر تو حضور کے زمانے کا دین زندہ ہو جائے گا - اور ایک بات خوب سمجھ لو کہ جب ایک دفعہ آنکھ بند ہو گئی تو آنکھ بند نہیں ہو گی - خواب والی بند ہو گئی - جاگنے والی کھل گئی - یہ جو تمہاری نظروں کے سامنے ہے - اس کا کوئی اعتبار نہیں جب آنکھ کھلے گی ، پھر کیا ہو گا - تمہارے سامنے یہ ہے اصل - آنکھ کھل جائے گی - اس وقت پچھتاوے

گا - اگر اپنی زندگی کے شعبوں میں حضورؐ کے طریقے چل رہے ہیں تو چلو مبارک ہو اور اگر حضورؐ کے طریقے زندگی کے شعبوں میں ٹوٹے ہوئے ہیں تو کمائیاں حرام ہیں جب اس پہ پکڑیں گے تو پھر رونا پڑے گا - اس وقت پتہ چلے گا اور بھائی آؤ اب گھر کی زندگی کی طرف اگر گھر کی زندگی میں حضور کے طریقے ٹوٹے ہوئے ہیں تو اگر ایک بھی حرام کا لقمہ کھلایا - بیوی کو یا اولاد کو تو اس پر پکڑیں گے کہ یہ کیوں کھلایا - اور یہ سوٗر کی طرح ہے سوٗر پکا پکا کے کھلائیں اپنے بچوں کو - اپنے بیوی بچوں کو سوٗر پکا پکا کے کھلا رہے ہو - اور سود جو ہے - وہ سوٗر سے زیادہ سخت ہے - علمائے کرام نے لکھا ہے کہ جو بھی شریعت کے خلاف کمانا ہو گا - وہ سوٗد کے حکم میں ہے - اور سوٗد جو سوٗر سے زیادہ سخت ہے تو اگر آپ کی گھر والی زندگی سوٗد والے پیسے پر چل رہی ہے اور آپ کی کمائی حضورؐ کے طریقے سے ہٹ کر چل رہی ہے تو میاں پھر ایک منٹ کی گنجائش نہیں تاخیر کی کہ اس سے توبہ کی جائے - ایک منٹ کی گنجائش نہیں - تاخیر کی پھر تو باہر نکلو یقینوں کو ٹھیک کرو - اور اپنی کمائی کو اپنے گھر کو حضورؐ کے طریقے پر لانا سیکھو - اپنی کمائی کو حضورؐ کے طریقے پر کیسے لادیں - یہود کے طریقوں کو تو ہم لے آئے - نصاریٰ کے طریقوں کو تو ہم لے آئے - مشرکین کے طریقوں کو تو ہم لے آئے - اپنی جان و مال کے خرچ کو ان کے طریقوں پر تو لے آئے - جنہوں نے ہمیں ذبح کیا - ہمارے ٹکڑے کئے اور چودہ سو برس تک ہمیں پیسا ہے اور اب بھی پیس رہے ہیں - اُن کے طریقوں پر تو ہم اپنا سب کچھ لے آئے ہیں بچے انہی کے اچھے لگتے ہیں - حضورؐ کے اور آپ کے صحابہؓ کے بچے اچھے نہیں لگتے - لباس نصاریٰ کا اچھا لگتا ہے - حضورؐ کا اور ان کے صحابہؓ کا لباس اچھا نہیں لگتا - مکان نصاریٰ کے اچھے لگتے ہیں - مکان حضورؐ اور صحابہؓ کے اچھے نہیں لگتے تو زندگیوں کو یہود اور نصاریٰ تک تو پہنچا دیا ہم نے - اب اس تشکیل کو سیکھو کہ کس طرح یہود اور نصاریٰ کے طریقوں سے ہٹ کر حضورؐ اور ان کے صحابہؓ کے طریقوں پر آ جاویں - اب تو حالت یہ ہے کہ بیوی بچے مکان کاروبار اس کے اندر ان کے سامنے یہود ہیں، نصاریٰ ہیں - یہ ان کو دیکھ دیکھ کے چل رہے ہیں - ایک دفعہ بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے کہ حضور کا مکان کیسا تھا - جب یہ کپڑا بناتے ہیں - ایک دن یہ تصوّر میں نہیں آتا کہ اپنے بچوں کے کپڑے ایسے بنا لو جیسے حضور کے تھے - یہ شادی کرتے

ہیں۔ کبھی تصور میں نہیں آتا۔ حضورؐ
نے دس بیاہ کئے۔ جس طرح حضورؐ
نے کیا ہم بھی کر لیں تو آپ تو
حضورؐ کو امام بنائیں گے ہی نہیں، آج
امام بنا رکھا ہے۔ یہود کو اس
اندھے یہود کو جس نے ہمیں ذبح کیا
چودہ سو برس تک وہ امام بن چکے ہیں
زندگی میں۔ تھوڑے سے نمازی! کچھ
پڑھ رہے کچھ نہیں پڑھ رہے۔ تو
نمازیوں نے بھی مقتدا بنایا یہود کو
اور ان بے نمازیوں نے بھی اپنا مقتدا
اور امام بنایا نصاریٰ کو۔

ذوقِ ابراہیمی نہیں ہے۔ ذوق
آذری ہے۔ ذوق موسوی نہیں ہے
ذوقِ فرعونی ہے۔ ذوقِ محمدی نہیں۔
ذوق قارونی ہے، تو بھئی اگر یہی
اچھا لگتا ہے تو مبارک ہے۔ چلئے
آپ مرنے کے بعد دیکھئے گا۔ کیا
ہو گا۔ اگر یہی اچھا لگتا ہے۔ اور
چلانا اسے ہی ہے۔ جیسے اب چلا
رہے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے تو تین چلے
کیا ہم ایک دن بھی نہیں چاہتے۔
کسی سے ایک دن بھی نہیں اور میاں
اگر اس سے مڑنا چاہیے۔ ہمیں ہم
بڑے غلط پھنس گئے اور زندگی میں
ہم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پر
کلہاڑیاں ماری ہیں۔ یہ سب ہم نے
خود کیا ہے اور دنیا کے اندر جو ہم
مصیبتوں کا شکار اپنے ہاتھوں سے ہوئے
ہیں۔ اب ہم کیسے زندگی کے رخ کو
پھیریں تو سب سے پہلے اپنے میں
مجاہدے کی عادت ڈالئے۔ پہلے علم
سیکھئے دعوت دینا سیکھئے۔ تعلیم کے
حلقوں میں بیٹھنا سیکھئے تو کم سے کم
مسجد والی زندگی کی مشق کیجئے۔ پھر
آؤ اور اسے محلے میں چلاؤ۔ خاندان
میں چلاؤ۔ رشتے داروں میں چلاؤ۔ نیت
میں رکھو۔ سب سے منہ موڑنا ہے ان
کو سیکھتے سیکھتے۔ پھر کسی کے جی کو لگ
گئی تو خاندان بن گیا۔ خاندان بن جائے
گا۔ سارا اگر کسی ایک کے بھی جی کو
لگ گئی: ایک ایک نقشہ بدتر ہے آج
عورتیں کہاں تک پہنچ گئیں۔ عورتیں،
یہاں تک پہنچ گئیں کہ کتوں سے زنا
کرائیں گی۔ یورپ کی عیسائی عورتیں
کراتی ہیں کتوں سے زنا۔ اگر یورپ
ہی امام بنا رہا تو آدمی اپنی ماؤں سے
زنا کرے گا۔ اپنی بیٹیوں سے زنا کرے
گا۔ یہ زنا کے امام ہیں۔ وہاں تک
پہنچو گے۔ جہاں یہ پہنچے ہیں۔ اُف
اُف! یہ خون کی ندیاں بہانے کے
امام ہیں۔ تم بھی وہیں تک پہنچو گے
لٹیرے بنو گے۔ شریف انسان نہیں
بن سکتے۔ شریف کے پیچھے چلو گے
شریف بنو گے۔ اور کمینوں کے پیچھے
چلو گے تو کمینے بنو گے۔ شریفوں کے
سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں۔ وہ جن کے ساتھ شرافتیں جمع

ہیں۔ ساری شرافتیں سارے کمالات ساری خوبیاں ان میں جمع ہیں۔ ان کے پیچھے چلو۔ اس کے لئے چاہیئے وقت، ذوق کی تبدیلی کے لئے۔ چاہیئے وقت، اور جتنا اس کے لئے محنت کرو گے۔ ذوق بدلے گا۔ ہم کماتے رہیں، کماتے رہیں۔ ایک دم حضورؐ کا ذوق آجائے یہ ناممکن ہے۔ ہم مکان بناتے ہیں۔ کوٹھیاں بناتے ہیں۔ بلڈنگیں بناتے ہیں۔ بیاہ شادیاں کرتے ہیں۔ شاندار چیزیں خریدتے رہیں۔ اور جو پیسہ ہاتھ میں آوے وہ

هَلْ مِنْ مَّزِيْد

وہ سارا انہی میں لگاتے رہیں اور اس کے لئے نہ مال لگے نہ جان تو خدا کی قسم! یہود اور نصاریٰ کی طرف زیادہ قریب ہو جاؤ گے۔ اور حضورؐ سے دور ہو جاؤ گے۔ اور خون چوسنے والوں کے اور قریب ہو جاؤ گے۔ جس نے (یعنی حضورؐ نے) ہماری حفاظت کے لئے خون دیا تھا۔ اس سے دور ہو جاؤ گے اور جو اپنی حفاظت کے لئے ہمارا خون کرتا ہے اس کے اور قریب ہو جاؤ گے تو گویا خون دینے والے سے دور ہوئے۔ اور خون لینے والے سے قریب ہوئے۔ حالانکہ حضورؐ سے قریب ہونے میں ہمارا فائدہ ہے۔ اور حضورؐ سے دور ہونے میں ہمارا نقصان ہے۔ اس لئے کہیں کہ اس ماحول کو بدلو۔ یہ ماحول نہایت زہریلا ہے اس کی تو ہر چیز غلط۔ اس کی ایک چیز بھی صحیح ہو تو کہیں کہ کچھ صحیح ہے مجھے بتا دو کہ اس کی کون سی چیز صحیح ہے۔ اب ایک بات ہماری مان لو۔ سو ڈیڑھ سو دو سو روپیہ ساتھ لے کے ہمارے ساتھ لاہور چلو تین دن تو سنتے رہو۔ پھر جتنا وقت خدا تمہارے دل میں ڈال دے اتنا دے دیجیو۔ پیسے لے کے تین دن کے لئے چلو اور یہ نیت کر کے چلو کہ اللہ میرے جی میں ڈال دے اور یوں دعا کرو کہ اللہ تو اس کو میرے جی میں ڈال دے۔ اگر جی میں نہ آوے تو واپس چلے آئیو۔ اور اگر اللہ جی میں ڈال دے تو جتنا وقت اللہ جی میں ڈال دے۔ اتنا دے آئیو۔

رائے وِنڈ کے اجتماع کا ایک تاثّر

ایمان افروز جھلکیاں

عظمت تفہیمی

گلے کی جماعت دیکھتے ہیں۔ سادہ اور غیر دلچسپ نظر آتی رہی اور میں ہر سال رائے ونڈ چلنے کی دعوت کو محتاط حیلوں بہانوں سے ٹالتا رہا۔ اس سال چودھری صاحب کا اپنے خط میں صرف اتنا لکھ دینا کافی ہو گیا کہ:

"رائے ونڈ ضرور پہنچیں۔ انشاء اللہ
بہت فائدہ ہو گا....."

نیم دلی کے ساتھ چلا گیا۔ نیم دلی اس لئے تھی کہ میں ۱۴ سال کے طویل عرصہ تک ایک منظم جماعت کی نقشہ کشی کی سنہری کاپیاں لکھتا، اور پڑھتا رہا تھا۔ جن کے خوبصورت نقشے میرے اعصاب میں پیوست ہو کر رہ گئے تھے اور تبلیغی جماعت میں ان نقشوں کی جھلک مجھے دور دور تک بھی نظر نہیں آتی تھی۔

سفر کا کوئی باقاعدہ منصوبہ اور نقشہ بنائے بغیر ہی بالکل بے خودی کے عالم میں رائے ونڈ کا ارادہ کر لیا۔

۲۱ر مارچ ۱۹۶۵ء کی صبح کو لاہور کے اسٹیشن پر ایک گاڑی مس ہو گئی تو دوسری پکڑی۔ ساڑھے آٹھ بجے منزل پر پہنچا، کوئی صاحب تقریر فرما رہے تھے۔ پوچھا "کون ہیں؟" بتایا گیا "حضرت جی"۔ پھر دریافت کیا "یعنی"؟ تعجب کے ساتھ جواب ملا "حضرت جی۔ دہلی والے۔ امیر جماعت۔ آپ نہیں جانتے....."

کان لگا لئے۔ دل خود لگ۔ چند منٹ کے بعد دل کھنچنے بھی لگا۔ "کیا میں جذب کیا جا رہا ہوں۔؟ کیا میں شکار کیا جا رہا ہوں؟ کیا میں چرایا اور اغوا کیا جا رہا ہوں؟" گھر سے بے نقشہ چل پڑنے پر سارے رستے نادم آ رہا تھا۔ لیکن اب تو وہ ندامت بھی شکست کھاتی دکھائی دے رہی ہے۔ اس لئے کہ یہاں تو برسر منبر ہزاروں عاقلوں اور فرزانوں کے سامنے بے نقشہ چل پڑنے ہی کی تلقین ہو رہی ہے اور کوئی بھی اس پر معترض دکھائی نہیں دیتا۔ معترض تو کجا۔ یہاں تو ہر چھوٹی بڑی عقل سلیم اعتراض کے بجائے اعتراف ہی کی گردن جھکائے بیٹھی ہے۔ والد صاحب بھی تو عرصہ ۴۰ سال سے کچھ اسی قسم کا وعظ بیخودی فرمایا کرتے ہیں۔ لیکن میرے دل کی گہرائی میں وہ کیوں نہیں اترا۔ آج بعینہٖ وہی باتیں رائے ونڈ کے اجتماع میں سن رہا ہوں تو دل میں اترتی جا رہی ہیں۔ شاید اس لئے کہ وہ گھر کے اندر انفرادی ماحول

ہیں سنی جا رہی تھیں۔ اور اب یہ گھر سے باہر کے اجتماعی ماحول میں سنی جا رہی ہیں۔ اگر یہ بات ہے تو پھر تو تبلیغی جماعت کی ترکِ ماحول والی دعوت بھی کچھ معانی رکھتی ہے"

سوچتا بھی رہا اور سنتا بھی رہا۔ موضوع اگرچہ بدل رہے تھے لیکن محور ایک ہی تھا۔ بےخودی ۔ نقشہ کشی ۔ ترکِ ماحول ۔ اصلاح نفس اور بس اصلاحِ نفس۔

نقشہ کَشی اور نقشہ کُشی

نقشہ کش جماعتوں کے بڑے نتائج ذہن میں بھی موجود تھے اور آنکھوں میں بھی اس لئے نقشہ کش جماعت کی باتیں دل میں بیٹھ گئیں اور وہ "نہایت اہم" سوالات جنہیں جھنگ سے رائے ونڈ تک ڈیڑھ سو میل کی طویل مسافت میں مرتب اور منظم کر کے لے گیا تھا۔ بادلوں کی طرح چھٹتے گئے اور میرا ضمیر غسل صحت حاصل کرتا چلا گیا۔

نقشہ کَشی اور نقشہ کُشی میں بظاہر تو کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔ صرف ایک زبر کی جگہ ایک پیش ہی تو کرنا ہے۔ لیکن غور کیا جائے تو یہ پیش کر دینا بھی بڑا کٹھن کام ہے۔

ایک دفعہ نقشہ کَشی زبر (یعنی اوپر) ہو جاتی ہے تو پھر زبر سے زبر تر ہی ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ زبر ہوتے ہوتے بالآخر اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی تک کہلوا کر چھوڑتی ہے۔ خواہ یہ دعویٰ زبان پر چڑھ کر بولے یا دل کی گہرائی میں اتر کر اور چاہے سر پر، مملکت پر متمکن ہو کر بولے یا پھر کسی مسند علم و فضل پر۔

لیکن جب اسی نقشہ کشی کے زبر کو پیش کر دیا جاتا ہے۔ اور نقشوں کے اصل مالک کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا ہے تو پھر یہ پیش کش اس کے قدرت والے دربار میں قبولیت خاص حاصل کر لیتی ہے اور یہی درحقیقت اعلیٰ ترین مقصد ہے۔ انسان کی ذات و صفات اور کامیاب خلافتِ ارضی کا۔

نقشہ کَشی اور نقشہ کُشی کا یہ نکتہ جونہی میرے ذہن میں ابھرا ہوش و خرد نے اسے دھار دار نشتر سمجھ کر ہاتھ میں لے لیا اور موقع کو غنیمت جان کر دل و دماغ کے ایک ایک فلسفیانہ پھوڑے پر نشتر زنی شروع کر دی۔

حضرت جی نے بھرپور جوانی خرچ کر کے کلمہ کی دعوت کو جوان کیا

اے اللہ ہر اچھی جماعت کے امیر اور قائد کو اسی طرح جوانی کے ساتھ جلنا۔ جوانی کے ساتھ دین کی خدمت کرنا اور پھر شہادت حق نصیب فرما اور حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کو شہیدان فردوس کی آسودہ جماعتوں کی قیادت بھی اسی طرح نصیب فرما جس طرح اس دنیا میں انہیں نصیب فرمائی تھی۔

مولانا محمد یوسفؒ کے سانحۂ ارتحال پر

حضرت سید نفیس الحسینی

اے نورِ عینِ حضرتِ الیاسؒ دہلوی
اے یوسفِ زمانہ و اے صاحبِ جمال

اسلام کا نمونہ تری زندگی رہی
لاریب تیری ذات تھی روشن ترین مثال

ہر بتکدے میں تیری اذاں گونجتی رہی
اللہ نے دیا تجھے نطق و لبِ بلالؓ

تبلیغِ دینِ حق میں گزاری تمام عمر
اس راستے میں جان بھی دے دی زہے کمال

وارد ہوا یہ قلبِ حزینِ نفیس پر
"راسِ مبلغاں" ہے ترا سالِ انتقال

۱۳۸۴ھ

اولیاء کرام کے آخری لمحات

عظمت و ولایت موت کے دروازہ پر !!-

یوسف عزیز صلائی

اس موضوع پر مولانا ابوالکلام آزادؒ کی کتاب "انسانیت موت کے دروازہ پر" ہی ایسی ہے جو اردو ادب میں منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ ذیل میں حضرات اہل اللہ کے آخری وقت کے کلمات کا ذکر کیا جائے گا۔ تاکہ ہم لوگوں کو بھی اپنی آخرت کا فکر دامنگیر ہو۔ اس لیے کہ آخرت کی بہتری حسنِ خاتمہ پر موقوف ہے۔ کوئی نہیں جان سکتا کہ اس کا اخیر کیسا ہونے والا ہے حضرات اہل اللہ جن کی ہر گھڑی اطاعتِ رب میں گذرتی ہے ہمیشہ اپنے سوءِ خاتمہ سے پناہ اور حسن خاتمہ کی دعا کرتے رہے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں متعدد دعائیں حسن خاتمہ سے متعلق ملتی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم جیسے ناکارہ لوگ جو دن رات فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہوئے حسن خاتمہ کے بارے میں مامون نظر آتے ہیں؟ یہ انتہائی غفلت کی نشانی ہے۔ اہل معرفت ہی خداوندِ قدوس کی جناب میں لرزاں و ترساں نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ (پ۲۲ سورہ فاطر آیت ۲۸) یہاں علماء سے مراد عرفاء ہیں جو ظاہر کے فاضل اور باطن کے ماہر و کامل ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا میں ہوں۔ ہمارا ایمان ہے آپؐ کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین تبع تابعین اور بعدہٗ قیامت تک درجہ بدرجہ حضرات مقبولین ہی صحیح معنی میں عارف و خدا سے ڈرنے والے ہیں۔ باقی جو لوگ فکرِ آخرت نہیں رکھتے وہ اتنے ہی غافل نیز بارگاہِ رب العزت سے دُوری رکھنے والے اور خاسر ہیں۔

لہٰذا عابد زاہد انسانوں کو تو سوءِ خاتمہ کے خوف سے بسبب زہد مغرور و نازاں ہوتے بے فکر نہ ہونا چاہیے اور عامی لوگوں کو صرف رحمتِ خداوندی کی بناء پر لاپروا نہ ہونا چاہیے بلکہ اعمال صالحہ

بھی بجا لائیں ۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "خوفِ خدا ہی انسان کو صحیح معنوں میں انسان بناتا ہے۔"

یہاں چند واقعات اسی سلسلہ میں پیش کیے جا رہے ہیں تاکہ ہمیں بھی اپنے خاتمہ کی فکر ہو۔ اور عمدہ خاتمہ کی تمنا پیدا ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ حتی الوسع گناہوں سے دور رہیں۔ فرائض عینیہ کا جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں شامل ہیں، ان کی ادائیگی میں کوتاہی نہ برتیں۔ اگر کوتاہی ہو جائے تو ان کی کمی کو پورا کریں اور اس تعطل پر تاسف و ندامت اختیار کرتے ہوئے عنداللہ معافی کے خواستگار ہوں۔ اچھے اعمال اختیار کرنے والوں کا بفضل تعالیٰ خاتمہ اچھا ہی ہوتا ہے اور عمدہ اعمال کے لیے عقاید صحیحہ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن کی نشاندہی قرآن مجید و احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرضی مولیٰ تعالیٰ کے سچے نمونہ ہیں ادھر بُرے اعمال اختیار کرنے سے بُرے خاتمہ کا قوی احتمال ہے۔ نا معلوم موت کس وقت آ جائے۔ نہ کل کا پتہ ہے نہ پَل کا پتہ۔ لہٰذا جتنا جلدی ہو سکے ایسے اعمالِ قبیحہ سے اجتناب اختیار کریں۔ ایک حدیث شریف میں حسنِ خاتمہ

کی یہ دعا لکھی ہے۔ جس کے فضائل میں یہ بھی وارد ہے کہ جو اسے دن میں کسی مرتبہ بھی ۲۵ مرتبہ پڑھے گا وہ شہید ہو کر مرے گا۔ مجموعہ ادعیائے ماثورہ مسمّٰی بہ "الحزب الاعظم" میں یہ دعا مذکور ہے۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر کرے۔ اللہ تعالیٰ سب کو موتِ محمود نصیب کرے۔ بُری موت سے بچائے۔ آمین بحرمت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ۔ دعا یہ ہے :-

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ ہ

ایک ضروری بات

بعض اہل اللہ کا خاتمہ ایسے طور پر ہُوا کہ وہ اس وقت مشاہدۂ ذاتِ حق میں ہمہ تن مشغول تھے اور اس وقت وہ کوئی کلمہ غیر نہیں پڑھ سکے بلکہ یاد دلانے پر یہ فرمایا بلکہ یاد دلانے پر یہ فرمایا کہ تم ہمیں "مسمّٰی سے اسم" کی طرف بلاتے ہو یعنی جس ذات کا نام مبارک پڑھانا چاہتے ہو ہم اس کے جمال عالیہ کا مشاہدہ کر رہے ہیں ۔ اس قسم کے واقعات گزشتہ صدیوں کے مشہور اکابر صوفیہ کے گزرے ہیں اور کہیں ایسا بھی ہُوا کہ ایسے ہی بعض اکابر نے وقتِ اخیر پر کلماتِ خیر کو دہرایا۔ اس میں حکمتِ الٰہی بھی معلوم ہوتی ہے کہ امت کو تعلیم ہو

اور ایسے ہی کلماتِ خیر کی ادائیگی کی یہ دعا بھی کریں۔

اس سے یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ بعض فاسق و فاجر بھی چپ سادھے ہوئے مرجاتے ہیں تو یہ گمان کرنا کہ وہ بھی مشاہدہ کی کیفیت پر مرے خام خیالی ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت اعمالِ بد کی نحوست کی سزا میں رحمتِ خداوندی سے دُور ہوں اور شیطانِ مردود یا عذاب کے فرشتوں کو دیکھ رہے ہوں۔

اچھے اعمال جن کو سنن عالیہ کہا جائے اس کا اثر جدا ہوتا ہے اور بدعات و خرافات و دیگر معاصی کی نحوست اپنا اثر جدا رکھتی ہے۔ اعتبار ان کی زندگیوں کی روش سے ہوگا۔ اطاعت شعار زندگی والے اچھی موت پاتے ہیں جو نافرمانوں کو نصیب نہ ہوگی — اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کا رسالہ "خاتمہ بالخیر" اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کا رسالہ "حسن خاتمہ" یا اسی نام کا قریب قریب ایک کتابچہ ہے جو مکتبہ دینیات پرانی انارکلی سے مل سکتا ہے ضرور مطالعہ فرمائیں جو مفید نصائح اور نصیحت آموز واقعات پر مشتمل ہے۔

اب واقعات عجیبہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

حضرت اجمیریؒ

سلطان الہند ملک المشائخ خواجۂ خواجگانِ جہاں سیدنا حضرت معین الدین حسن سنجری اجمیری نور اللہ مرقدہٗ کا وصال مبارک ۶ رجب المرجب ۶۳۲ھ میں ہوا۔ وفات شریفہ کے دن عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے حجرہ مبارکہ کا دروازہ بند کر لیا۔ حجرہ کے باہر خانقاہ کے رہنے والوں کے کانوں میں ایسی آواز آتی رہی ہے جیسے کوئی پاؤں کو وجد کی حالت میں پٹکتا ہے۔ ان کو خیال ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب پر وجد کا عالم طاری ہے۔ لیکن اخیر شب میں یہ آواز بند ہو گئی۔ فجر کی نماز کا وقت آیا تو دروازے پر دستک دی گئی۔ لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں آئی۔ جب دروازہ کسی طرح کھولا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ حبیب اللہ حبّ اللہ کی خاطر جان بحق ہو گئے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

شیخ الشیوخ قطب زماں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نور اللہ مرقدہ کی وفات شریفہ ۶۳۴ھ میں ہوئی۔ ایک مرتبہ آپ حضرت شیخ علی سجستانی کی خانقاہ میں حاضر تھے۔ مجلس میں جب یہ شعر پڑھا گیا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تو آپ پر وجد طاری ہو گیا اور
تڑپنے لگے۔ اسی حالت میں احباب آپ
کو گھر لے آئے۔ تین رات تک یہی
حالت رہی۔ جب نماز کا وقت آتا تو
وضو کرکے فرض اور سُنن ادا کر
لیتے اور پھر اسی حالت پر لوٹ
جاتے۔ یہاں تک کہ واصل بحق ہوتے
وصال سے قبل وصیت فرمائی کہ میرا
جنازہ وہ پڑھائے جس نے کبھی حرام کاری
نہ کی ہو۔ ہمیشہ نماز با جماعت تکبیرِ اولیٰ
کے ساتھ پڑھی ہو۔

حضرت خواجہ فریدالدینؒ سلطان المشائخ راس العارفین

حضرت خواجہ فریدالدین نوّر اللہ مرقدہٗ کا
وصال مبارک ۶۶۴ھ مقدس میں ہوا —
وفات سے قبل عشقِ الٰہی کے بارے میں
شاعر سے مثنوی سن رہے تھے کہ حالت
غیر ہو گئی۔ بیہوشی طاری ہوتی چلی گئی۔
جب ہوش آیا تو تلاوت کلام اللہ
میں مبتلا ہو گئے۔ اس کے بعد سے
وصال تک دیگر عبادات میں مشغول رہے
کسی سے مخاطب نہ ہوتے تھے۔ انتقال
کے وقت عشاء کی نماز سے فارغ
ہو کر پھر بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش
آیا تو فرمایا کیا مَیں نے عشاء کی
نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا پڑھ لی
ہے۔ پھر فرمایا۔ ایک بار اور پڑھ لوں۔
پھر کون جانے کیا ہوا۔ پھر تیسری
مرتبہ یہی نماز ادا فرمائی۔ اور فرمایا۔
یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اور جان بحق تسلیم
کی۔ مزارِ اقدس اجودھن میں ہے جس
کو آج کل پاک پتن کہتے ہیں۔ اکبر بادشاہ
کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ شیخ المشائخ محبوب الٰہی

حضرت نظام الدین اولیاء نوّر اللہ مرقدہٗ
کا ۷۲۵ھ میں دہلی میں وصال ہوا۔
مرض الموت کی شدت ہوئی تو دوا پینے
کے لیے کہا گیا لیکن فرمایا۔ ع

دردِ مندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

کچھ دنوں پہلے خواب میں جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
باسعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے ارشاد
فرمایا نظام! تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق
ہے۔ اس مبارک خواب کے بعد سفرِ
آخرت کے لیے بے چین رہے۔ وفات
سے چالیس روز قبل کھانا پینا چھوڑ
دیا۔ کبھی کچھ کھانے پینے کو کہا جاتا۔
تو فرماتے:۔

"کسیکہ مشتاق حضرت رسالتمآب صلی اللہ
علیہ وسلم باشد او طعامِ دنیا چگونہ"

نماز کا وقت آتا تو ایک ہی
وقت کی نماز کو بار بار پڑھتے پھر بھی
تسکین نہ ہوتی اور فرماتے "می رویم،
می رویم، می رویم" وفات سے قبل
مختلف خلفائے عظام کو تبرکات تقسیم
فرماتے اور تبلیغی نقطۂ نگاہ سے ان کے
لیے مختلف علاقے متعین فرماتے۔ اس کے

بعد صبح کی نماز ادا فرمائی اور وصال فرمایا۔

خواجہ نصیر الدین محمود

چراغ دین و دنیا حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی نوّر اللہ مرقدہٗ ایک روز حجرہ مبارکہ میں مشغول ذکر تھے کہ ایک قلندر نے چھری سے حملہ کر دیا مگر صبر سے سب کچھ سہتے رہے۔ خون بہہ کر نالی کے ذریعہ جب باہر نکلا تب خدّام کو اس واقعہ کا پتہ چلا۔ خدام نے اس پر قلندر کو سزا بھی دینی چاہی مگر حضرت خواجہ نے سب کو قسم دلائی۔ کہ اس کو ہرگز سزا نہ دینا۔ بلکہ قلندر سے خود معافی مانگی کہ چھریاں مارتے وقت تمہارے ہاتھوں کو تکلیف پہنچی ہو تو معاف کرنا۔ یہی نہیں بلکہ بیس تنکۂ زر دے کر رخصت کیا۔ ان ہی اوصاف کی بناء پر کہا جاتا ہے کہ چشتیہ سلسلہ میں صبر، رضا و تسلیم کا خاتمہ ان پر ہو گیا۔

اسی قاتلانہ حملہ کے بعد تین سال تک خلق اللہ کے رشد و ہدایت میں مشغول رہے۔ وفات سے قبل کسی معتمد کے عرض کرنے پر سجادہ نشین مقرر فرمایا تاکہ یہ سلسلہ خیر جاری رہے — نیز وصیّت فرمائی کہ حضرت شیخ نظام الدین قدس اللہ سرہٗ کا خرقہ مبارک میرے سینہ پر، ان کا عصا میرے پہلو میں، ان کی تسبیح میری شہادت کی انگلی میں، ان کا کاسہ خشت کی بجائے میرے سر کے نیچے اور ان کی چوبیں نعلین میری بغل میں رکھ دی جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

حضرت خواجہ گیسو دراز نوّر اللہ مرقدہٗ نے غسل دیا اور جس پلنگ پر غسل دیا گیا اس کی ڈوریاں پلنگ سے جدا کر کے اپنی گردن میں ڈالیں کہ میرے لیے یہ ہی خرقہ ہے اور یہ ہی کافی ہے۔ حضرت خواجہ چراغ دہلی نوّر اللہ مرقدہٗ کا وصال مبارک ۱۸ رمضان شریف ۷۵۷ھ شب جمعہ کو ہوا۔

حضرت خواجہ گیسو دراز

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شُد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شُد

یہ شعر آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ چراغ دہلوی نور اللہ مرقدہٗ نے آپ ہی کی شان میں پڑھا تھا۔ بائیس سال تک رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا گلبرگہ شریف میں ۸۲۵ھ میں ایک سو چار سال کی عمر میں اشراق و چاشت کے درمیان وصال ہوا جب کہ یادِ الٰہی میں مستغرق تھے۔ وفات کے موقع پر ان کے خلیفہ شیخ ابوالفتح نے فرمایا۔ ایں مصیبت دیں است "مخدوم دین و دنیا" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

پاکستان کے مشہور خوشنویس حضرت

سید نفیس صاحب خلیفہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری بھی حضرت خواجہ کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت خواجہ قاضی حمید الدین ناگوری نور اللہ مرقدہ

آپ شیخ کبیر سلطان المشائخ حضرت شہاب الدین سہروردی نور اللہ مرقدہ کے مرید و خلیفہ تھے بعد میں حضرت خواجہ قطب الاسلام قطب الدین بختیار کاکی نور اللہ مرقدہ سے بھی خلافت ملی۔ ایک عرصہ تک روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جاروب کشی کی سعادت حاصل رہی تین سال تک مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔ سلطان شمس الدین التمش بادشاہِ وقت ولی کامل رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں دلی تشریف لائے۔ رمضان شریف کے مہینہ میں تراویح کے بعد وتر کی نماز میں سجدہ کی حالت میں وصال فرمایا۔ سن وفات ۶۴۱ھ لکھا ہے حضرت قطب الدین بختیار کاکی نور اللہ مرقدہ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ (سیر العارفین ج ۲ ص ۲۱، بزم صوفیہ اردو ص ۴۵)

حضرت مخدوم زکریا ملتانی

سرزمینِ ہند میں سلسلہ سہروردیہ کے اولین شیخ شمار ہوتے ہیں۔ وفات کے روز اپنے حجرہ مبارکہ میں عبادت میں مشغول تھے۔ حجرہ کے باہر ایک نورانی چہرہ کے مقدس بزرگ نمودار ہوئے اور حضرت کے صاحبزادہ شیخ صدر الدین عارف نور اللہ مرقدہ کے ہاتھ میں ایک سربمہر خط دیا۔ صاحبزادہ صاحب خط کے عنوان کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ حضرت والد بزرگوار کی خدمت میں پیش کیا۔ باہر آئے تو قاصد کو نہ پایا۔ خط پڑھتے ہی حضرت شیخ کی روح مبارک پرواز کر گئی۔ اور آواز آئی۔ "دوست بدوست رسید" سن وفات ۶۵۶ھ بتایا جاتا ہے۔ شہر ملتان قاسم باغ قلعہ پہ مزار پُر انوار واقع ہے۔

ادھر شیخ المشائخ حضرت خواجہ

بقیہ: مولانا محمد یوسف دہلوی رح

حضرت شیخ الحدیث نے صورتِ حال کی نزاکت کا احساس دلاتے ہوئے کچھ توقف کرنے کا اظہار فرمایا۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنے قابلِ صد احترام شیخ کی خدمت میں عرض کیا:۔

حضرت! جب یہ پیدا ہوا تھا۔ تو میں نے اپنے خداوند قدوس کی بارگاہ میں نہایت عاجزی کے ساتھ یہ دعا مانگی تھی کہ "اے اللہ! اگر اس لڑکے سے تجھے دین کا کام لینا مقصود ہے تو اسے زندہ و سلامت رکھ ورنہ مجھے ایسے بیٹے کی ضرورت نہیں"۔ اگر اللہ پاک کو اس سے دین کا کام لینا مقصود ہوا تو یہ ضرور زندہ و سلامت رہے گا۔ میں تو جاتا ہوں۔

صوفی
عبد الواحد
ایم - اے

اشاعتِ اسلام اور تلوار

★ آپؐ ایک درخت کے نیچے محوِ خواب تھے۔ تلوار شاخ سے معلق تھی، ایک دشمن آیا، اس نے آپؐ کو گستاخانہ جگایا۔ بولا، اب تمھیں کون بچائے گا؟ فرمایا! اللہ! وہ دشمن دہشت ہیبت سے مغلوب ہو کر بوکھلا کر گر پڑا۔ آپؐ نے تلوار اٹھا کر فرمایا! اب تمھیں کون بچائے گا؟ الخ

جبر و اکراہ:-

دشمنانِ اسلام اپنے ذوقِ عیب جوئی اور جذبۂ خوردہ گیری کے تحت، اسلام کی فقید المثال ترقی اور عالمگیر اشاعت کو دیکھ کر اکثر کہا کرتے ہیں کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ حالانکہ یہ امر تاریخ سے عدم واقفیت یا اقوامِ عالم کے اسبابِ عروج و زوال، اقبال و ادبار، تفوق و نکبت، ترفع و انحطاط سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ قرآن کریم نے اشاعتِ اسلام کے لیے "تلوار کا اٹھانا تو الگ رہا، جبر تک کی اجازت نہیں دی۔ اور صاف صاف یہ اعلان کر دیا ہے کہ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ

یہ اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ حضور نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے اسلام کی ترویج اور مخالفین اسلام کی مدافعت کے لیے خود اپنی جان پر گوناگوں مصائب و نوائب برداشت کر کے قوم کو جبر و اکراہ کی بجائے صبر و تحمل کی تعلیم دی، کیونکہ آپ دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے اور آپؐ کا دینِ اسلام بھی امن و سلامتی کا ضامن تھا، جنگ و جدل کا شائق یا خوگر نہیں تھا اس لیے آپؐ نے کبھی اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی تعلیم نہیں دی۔

جور و ستم

حضور نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں جو زہرہ گداز مصائب برداشت کیے۔ ان کی تفصیل بڑی جگر خراش ہے۔ آپؐ نے جس وقت مواعظ توحید کے ذریعہ اہلِ عرب کو اصنام پرستی سے روکا، تو کل قوم اور جملہ قبائل میں آتشِ بغض و عناد بھڑک اٹھی۔ کفار آپؐ کا منہ چڑاتے تے۔ آپؐ کے متعلق بدظنی پھیلاتے تے۔ کوئی راہ چلتے، گارا، کیچڑ، مٹی فرقِ مبارک پر گراتا۔ کوئی درِ

اقدس پر خون و غلاظت پھینک جاتا، کوئی راستہ میں گڑھے کھود دیتا - کوئی راہ میں کانٹے بچھا دیتا، کوئی شور و شغب مچا کر دوسروں تک آپ کا پیغام نہ پہنچنے دیتا، غرض کہ ہر جور و ستم، مقاطعہ، مکر و خداع منتقمانہ کارروائی جو بھی ان سے ممکن ہو سکتی تھی۔ اس میں انھوں نے کوئی کوتاہی نہ کی، چونکہ اس وقت عرب میں کوئی حکومت، کوئی آئین، کوئی قانون یا کوئی تعزیری قوت موجود نہ تھی جو لوگوں کے جان و مال کا تحفظ کرتی - اس لیے جو جس کے جی میں آتا کر گزرتا - کوئی ان کو پوچھنے والا نہ تھا -

اہل مکہ کی قساوتِ قلبی سے آزردہ خاطر ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی بکر بن وائل کی جانب تشریف لے گئے انھوں نے پہلے ٹھہرنے کی اجازت دی - پھر چلے جانے پر مجبور کیا - جس پر آپ ایک ماہ ثقیف میں مقیم رہے - وہاں بھی اشرار نے لڑکوں اور غلاموں کو سکھا دیا کہ حضور نبی کریم پر سنگباری کیا کریں - حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سنگباری سے لاچار ہو کر بیٹھ جاتے تو وہ تھم جاتے - جب آگے چلنا شروع کرتے تو پھر وہ پتھر برسانا شروع کر دیتے اور قہقہے لگاتے - زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود کو حضور کی سپر بنا دیتے - جن کا کئی دفعہ پتھراؤ سے سر کھل گیا - سنہ نبوت میں کل قریش نے حضور نبی کریم کے قتل کا متفقہ منصوبہ تیار کیا اور

نشست و برخاست، داد و ستد، رشتہ ناطہ، غرض کہ مکمل مقاطعہ یعنی بائیکاٹ کر دیا - آپ کے ساتھ تمام بنی ہاشم نے تین سال شعب ابی طالب میں محصور رہ کر اسیروں کی طرح زندگی بسر کی - اس مقاطعہ کی وجہ سے بھوک کے پیاسے بچے تڑپ تڑپ کر ماؤں کی گود میں جان دے دیتے -

عفو و درگزر

اس ظلم و ستم کے مقابلہ میں آپ کے درگزر کا یہ عالم تھا کہ وحشی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدع سے قتل کر کے مثلہ کیا - جب معافی کا خواستگار ہوا تو آپ نے معاف کر دیا -

ہبار نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر فرخندہ اختر زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نیزہ مارا، وہ ہودج سے گر گئیں حمل ساقط ہو گیا اور اس صدمہ سے جانبر نہ ہو سکیں لیکن حضور نے عفو کی التجا پر ہبار کو معاف کر دیا -

آپ ایک درخت کے نیچے محو خواب تھے، تلوار شاخ سے معلق تھی، ایک دشمن آیا، اس نے آپ کو گستاخانہ جگایا بولا! اب تمہیں کون بچائے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ جل شانہٗ" وہ دشمن دہشت و ہیبت سے مغلوب ہو کر چکر کھا کر گر پڑا - آپ نے تلوار اٹھائی فرمایا "اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟" وہ مبہوت ہو کر رہ گیا - آپ نے فرمایا "جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا

صحابہ رضہ کا کردار

یہ انہی عملی تعلیمات کا اثر تھا کہ آپ کے جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ علیہم نے بھی ہر موقعہ پر آپ جیسا صبر و تحمل دکھایا اور کبھی کسی کی طرف دست تعدی نہیں بڑھایا۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں سربسجود تھے۔ ظالم عقبہ بن ابی معیط نے گردن مبارک میں چادر ڈال کر اس زور سے لپیٹ دیئے کہ گلوئے مبارک گھٹ کر آنکھیں باہر نکل آئیں، لیکن حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استغراق اور توجہ الی اللہ میں فرق نہ آیا۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موقع پر پہنچ گئے اس مردود کو دھکا دے کر ہٹایا اور یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ۔ کیا تم حضور نبی اکرمؐ کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ آپؐ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو اپنا رب مانتے ہیں اور تمہارے پاس بیّنات (معجزہ و براہین) لے کر آئے ہیں۔ یہ شقی اور ان کے اعوان حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لپٹ گئے اور انھیں اتنا زد و کوب کیا کہ حضرت رضہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور یہ مردود انھیں بے ہوش اور نیم مردہ سمجھ کر چلے گئے۔ یہ تو اس عالی مرتبت اور مقتدر ہستی کے ساتھ کفار کا سلوک تھا۔ ضعفاء کے ساتھ انکا سلوک اس سے بھی زیادہ تشدد آمیز تھا۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

عمار رضہ اپنے والد یاسر رضہ اور والدہ سمیہ رضہ کے ساتھ مسلمان ہو گئے تھے۔ ابوجہل نے حضرت سمیہ رضہ کی رانوں میں نیزہ مار کر شکم چاک کر دیا۔ یاسر رضہ کو نوکِ شمشیر و سنان سے زخمی کر دیا اور پتھروں سے سنگ بار کر کے شہید کر دیا۔ عمار رضہ درد والم میں شریک تھے لیکن جانبر ہو گئے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن مبارک میں لڑکے رسی ڈال کر گلی کوچے، محلوں اور بازاروں میں کھینچتے لیے پھرتے دوپہر ہو جاتی تو گرم پتھر پر لٹا کر دوسرا گرم پتھر آپ کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا لیکن وہ اللہ کے مقبول بندے زبان سے برابر ہو اللہ احد کہتے رہے۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردار زادہ تھے۔ ۱۶ سال کی عمر میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ باپ اور چچا ان کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر کھڑا کر دیتے اور نیچے سے دھواں دیتے رہتے لیکن یہ عقوبت ان کے پائے استقلال و ثبات کو ڈگمگا نہ سکی۔

حضرت عبد اللہ بن حذیفہ رضہ نامِ نہاد رحم دل عیسائیوں کے ہاتھ اسیر ہو گئے تھے قیصر کے سامنے جب پیش کیے گئے تو اس نے ترک اسلام کا حکم دیا۔ آپ نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جس پر قیصر نے انھیں تختۂ دار کے ساتھ باندھنے کا حکم دیا۔ تین شبانہ روز کے بعد پھر ترک اسلام کی ترغیب دی گئی مگر وہ اب بھی اپنے دین متین کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے

انکار پر انھیں کھولتے ہوئے پانی کی دیگ میں بٹھلا دیا گیا۔ تمام بدن جل بھن گیا اور پھپھولے پڑ گئے۔ لیکن وہ پیکر استقلال جادۂ حق سے نہ ہٹے۔ اس پر قیصر نے کہا چھوڑ دو۔ پھر انھیں پاس بلوا کر کہا کہ تمھیں ترک اسلام کے لیے انتہائی اذیت پہنچائی گئی مگر تم اس پر آمادہ نہ ہوئے آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا "کاش میں دُنیا میں سو دفعہ پیدا کیا جاؤں اور ہر دفعہ اسلام کے لیے ایسے مصائب بخوشی گوارا کرتا رہوں"۔

حضرت حبیب بن زید مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسیلمہ کذاب نے گرفتار کر لیا تھا، جب حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کرتا تو فرماتے" وہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب وہ پوچھتا کہ میری رسالت کا بھی اقرار کرتے ہو؟ تو فرما دیتے کہ اور کوئی بات مجھے سنائی نہیں دیتی۔ مسیلمہ نے طیش میں آکر حکم دیا کہ ان کا ایک ایک جوڑ بند بند سے جُدا کرتے رہو۔ چنانچہ فوراً اس حکم کی تعمیل کی گئی پھر ہر عضو کے کاٹنے کے بعد مسیلمہ یہی سوال کرتا رہا لیکن اللہ تعالیٰ کے اس مقبول بندے کا جواب حسب سابق یہی رہا۔

حضرت حبیب بن عدی رضؓ کو قریش نے پکڑ لیا۔ کچھ عرصہ قید و بند میں رکھا۔ پھر پھانسی دینے کے لیے انھیں باہر نکالا پھانسی کے نیچے پہنچا کر کہا کہ اسلام چھوڑ دو تو آزاد کر دیئے جاؤ گے۔ فرمایا:۔

"بخدا روئے زمین کی سلطنت بھی پیش کرو تو ترک اسلام کا نام نہ لوں"۔

قریش نے کہا کہ اچھا بتا تو یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے گھر صحیح سلامت ہوتا اور تیری جگہ یہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قید ہوتے۔ فرمایا "میں تو یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا لگ کر میری جان بچ جائے"۔ یہ کہہ کر آپ نہایت استقلال اور کشادہ روئی سے پھانسی پر چڑھ گئے۔

ان حضرات کا یہ مثالی کردار بزبان حال اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ انہوں نے دین اسلام کو کسی لالچ، کسی خوف یا کسی ڈر کی وجہ سے قبول نہیں کیا تھا بلکہ صدق دل سے اس کی حقانیت پر ایمان لائے تھے اگر ان نو واردان اسلام کو بہ جبر مسلمان بنایا گیا ہوتا تو وہ ان انسانیت سوز مظالم کو اتنے صبر و ثبات اور سکون و اطمینان کے ساتھ برداشت نہ کرتے اور دین اسلام کو حرز جاں نہ بناتے تو اس ناقابل برداشت تشدد کی وجہ سے فی الفور اپنے آبائی مذہب کی طرف لوٹ جاتے۔

بنات اسلام

نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط ذَالِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ط وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ط صدق اللہ العظیم

پردہ اور قرآن مجید

یہ احکام سورۂ احزاب کی آیات (۳۲، ۳۳، ۵۴، ۵۵) میں ہیں۔

(۲) دوسرے وہ احکام ہیں، جن میں پیغمبر صلی اللہ وسلم کے اہلِ بیت کے ساتھ دوسری عام خواتین بھی شامل ہیں اور جن میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان عورت کو کسی ضرورت سے جب گھر سے باہر قدم نکالنے کی کوئی ضرورت پیش آئے تو اس حالت میں اس کو کیا رویّہ اختیار کرنا چاہیئے یہ احکام سورۂ احزاب کی آیات (۵۹، ۶۰) میں ہیں۔

۳۔ تیسرے وہ احکام ہیں جو عام مردوں اور عورتوں کو مخاطب کرکے گھروں کے اندر اور باہر آنے جانے سے متعلق دیئے گئے ہیں۔ اور جن میں تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان جب اپنے کسی بھائی کے گھر میں داخل ہو تو اس کو کن آداب و قواعد کی پابندی کرنی چاہیئے اور گھر کی عورتوں پر ایسی حالت میں کیا پابندیاں عاید ہوتی ہیں۔ یہ احکام سورۂ نور میں بیان ہوئے ہیں۔ اب ہم ان تینوں اقسام کے احکام کی تفصیل بیان کریں گے۔

پہلی قسم کے احکام

حضور نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بیویوں کو مخاطب کرکے پردہ سے متعلق ان کو یہ ہدایات دی گئیں:۔

(ترجمہ) اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی بیویو! تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو۔ اگر تم میں خدا ترسی ہے تو دوسروں سے کوئی بات کرنے میں لگاوٹ کی کوئی بات زبان سے نہ نکالو کہ جس کے دل میں نفاق کا روگ ہے کوئی غلط توقع کر بیٹھے اور اچھی بات کہو اپنے گھروں میں قرار

سے رہو اور گزرے ہوئے زمانۂ جاہلیت کی عورتوں کی طرح اپنے آپ کو دکھاتی نہ پھرو اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو! اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دُور کرے، اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والو اور تم کو پاک کرے جیساکہ چاہیئے "

پھر مردوں کو بتایا ہے کہ اگر ان کو پیغمبر کے گھروں میں سے کسی گھر میں جانا پڑے تو اُن کو کن آداب کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ فرمایا:-

(ترجمہ) اے ایمان والو! نہ داخل ہو تم پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھروں میں مگر جب تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے، نہ انتظار کرتے ہوئے کھانے کی تیاری کا، ہاں جب تم کو بلایا جائے تو جاؤ اور جب کھا چکو تو فوراً منتشر ہو جاؤ اور نہ لگ جاؤ باتوں میں، یہ باتیں نبیؐ کو دُکھ پہنچا رہی تھیں لیکن وہ تمہارے لحاظ کی وجہ سے نہ کہتے تھے لیکن اللہ (تعالیٰ) حق کے اظہار میں نہیں شرماتا۔ اور اگر تم کو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویوں سے کوئی چیز مانگنی ہو، تو پردہ کی اوٹ سے مانگو! یہ تمہارے دلوں کے لیے بھی پاکیزگی بخش طریقہ ہے اور ان کے دلوں کے لیے بھی پاکیزگی بخش ہے اور تمہارے لیے زیبا نہیں ہے کہ تم اللہ (تعالیٰ) کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دکھ پہنچاؤ، اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کے بعد اس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو، یہ باتیں اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک بڑے گناہ کی ہیں۔ خواہ تم کسی بات کو راز رکھو، یا اس کو ظاہر کرو، اللہ (تعالیٰ) ہر بات سے واقف ہے۔ البتہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویوں پر ان کے باپوں اور بیٹوں — بھائیوں اور بھتیجوں، بھانجوں اور دینی بہنوں اور ان کے غلاموں کے بارہ میں کوئی الزام نہیں ہے۔ اور اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویو! اللہ (تعالیٰ) سے ڈرو! اللہ (تعالیٰ) ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

مذکورہ بالا ترجمہ میں پردے کے احکام

اوپر کے ترجمے سے پردہ کے متعلق مندرجہ ذیل احکام نکلتے ہیں:-

الف:- عورتوں کو عام حالات میں نامحرم مردوں سے گفتگو نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر کسی خاص ضرورت سے گفتگو کی نوبت آ ہی جائے۔ تو زبان سے ہرگز کوئی ایسی لگاوٹ کی بات نہ نکالیں جو سننے والے کے دل میں گدگدی پیدا کرے اور وہ کسی طمع خام میں مبتلا ہو جائے۔

(ب) مسلمان عورت کی اصلی جگہ اس کا گھر ہے۔ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ اس وجہ سے صرف کسی خاص ضرورت ہی سے اس کو گھر سے قدم باہر نکالنا چاہیئے، محض سیر سپاٹے تفریح اور نمائش کے لیے بن سنور کے نکلنا جاہلیت ہے اور ایک مسلمان شریف زادی کے لیے یہ باتیں جائز نہیں ہیں۔

سابق قومی اسمبلی کے وقفۂ سوالات کی ایک جھلک

غیر ممالک میں تبلیغِ اسلام کے نام پر

مرزائیوں کو پونے نو لاکھ کا زرِ مبادلہ دیا گیا

اور - - - - - -

اسلام کے صحیح نظریات کی تبلیغ کے لئے؟

ایوب ہال - ۱۴ جون (اپ پ ا) آج یہاں وزیر خزانہ مسٹر این ایم عقیلی نے مسٹر محمد سراج الاسلام چوہدری کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مختلف مذہبی تنظیموں کو بیرونی ممالک میں تبلیغ کے لئے غیر ملکی زرِ مبادلہ کی اجرائی کی تفصیلات بتائیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے جو تحریری بیان ایوان میں پیش کیا اس کے مطابق انجمن احمدیہ تحریک جدید کو ۱۹۶۴ء میں ۷۰ ہزار روپے کا، ۶۵ء میں ۷۰ ہزار روپے کا، ۶۶ء میں ۵۲ ہزار ۵ سو روپے کا اور جنوری سے مئی ۱۹۶۷ء تک ۴۵ ہزار ۲۶ روپے کا زرِ مبادلہ جاری کیا گیا۔ اسی طرح انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کو ۶۴ء میں ۷۰ ہزار روپے ۶۵ء میں ۷۰ ہزار روپے، ۶۶ء میں ۵۲ ہزار ۵ سو روپے، اور مئی ۶۷ء تک ۳۵ ہزار روپے کا زرِ مبادلہ جاری کیا گیا۔ علاوہ ازیں انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کو افریقی ممالک میں تبلیغ کے کام کے لئے ۶۳-۶۴ء میں ۷۰ ہزار روپے اور انجمن احمدیہ تحریک جدید کو ۶۳ء میں ۷۰ ہزار روپے ۶۵ء میں ایک لاکھ ۴۳ ہزار روپے اور ۶۶-۶۷ء میں ایک لاکھ ۱۴ ہزار ۵۹ روپے کا غیر ملکی زرِ مبادلہ جاری کیا گیا۔ مسٹر حسن اے شیخ نے اس سلسلے میں پہلا ضمنی سوال پوچھا کہ کیا پارلیمانی سیکرٹری برائے مالیات احمدیہ انجمنوں کی ان سرگرمیوں کو اسلام کی تبلیغ سمجھتے ہیں۔ اس پر پارلیمانی سیکرٹری مسٹر نورالاسلام سکدر نے کہا کہ "ہاں"۔ اس پر

حسن اے شیخ نے پوچھا کہ کیا اسلامی جمہوریہ پاکستان میں احمدیوں کو اس طرح پروپیگنڈا کی اجازت دینا جائز ہے۔ مسٹر سکندر نے جواب دیا کہ میں مزید کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ شاہ عزیز الرحمن نے پوچھا کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ سعودی عرب کی حکومت نے کعبہ شریف میں احمدیوں کا داخلہ اس بنا پر ممنوع قرار دے دیا ہے کہ وہ سچے مسلمان نہیں۔ مسٹر سکندر نے جواب دیا کہ جناب والا میرے شعبے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ایک اور ممبر چوہدری محمد اقبال نے پوچھا کہ کیا حکومت اس حقیقت سے واقف ہے کہ افریقی ممالک میں تبلیغ کے لئے بڑی گنجائش ہے اور کیا حکومت تبلیغی کام میں حصہ لینے کے خواہشمند مذہبی اداروں کو زرِ مبادلہ کی سہولتیں دینے کو تیار ہے۔ اس پر مسٹر نور الاسلام سکندر نے جواب دیا کہ درخواست ملنے پر غور کیا جائے گا۔ بریگیڈیر محمد عباس عباسی نے پوچھا کیا پارلیمانی سیکرٹری یہ بتائیں گے کہ زرِ مبادلہ کی سہولتیں فراہم کرنے کے سلسلے میں کس اصول کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور کیا غیر ملکوں میں ہمارے سفارتخانوں سے بھی مشورہ کیا جاتا ہے مسٹر نور الاسلام سکندر نے جواب دیا کہ اس سوال کے لئے نوٹس کی ضرورت ہے۔

مولوی عبدالحفیظ محسن الدین نے کہا کہ پارلیمانی سیکرٹری برائے مالیات نے بتایا ہے کہ انجمن احمدیہ تحریک جدید اور انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام مسلمانوں کی تنظیمیں ہیں میں وزیر خزانہ سے پوچھنا چاہوں گا کہ اس سلسلہ میں ان کی کیا رائے ہے جب کہ دنیا بھر کے مسلمان ان کے بارے میں کفر کا فتوےٰ دے چکے ہیں اور وہ احمدیوں کو مسلمان تصور کرنے کو تیار نہیں۔ مسٹر این ایم عقیلی نے کہا کہ جناب والا یہاں رائے دینے کا سوال نہیں ہے۔ فاضل رکن نے مختلف مذہبی تنظیموں کو غیر ملکی زرِ مبادلہ کی اجرائی کے اعداد و شمار دریافت کئے تھے اور اس سلسلہ میں مطلوبہ بیان ایوان میں پیش کیا جا چکا ہے۔ مجھے اس سلسلہ میں مزید کچھ نہیں کہنا۔ مولانا محسن الدین نے کہا کہ جب وہ (احمدی) مسلمانوں کے کسی فرقے سے تعلق نہیں رکھتے تو ان کی امداد کرنے کا کیا جواز ہے۔ وزیر خزانہ یا پارلیمانی سیکرٹری کی طرف سے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ البتہ اسپیکر نے کہا کہ اس سوال کے جواب کی ضرورت نہیں۔ (جنگ کراچی)

داخلہ وسالانہ جلسہ

مدرسہ جامعہ امینیہ روشن والا سمندری روڈ لائل پور، جامعہ ہذا نہایت پرسکون ماحول میں زیر نگرانی صاحبزادہ عبدالقیوم شاہ صاحب جانشین پیر طریقت حضرت بابو جی روشن والے عرصہ تین سال سے علاقہ کی دینی و علمی ضروریات پوری کر رہا ہے۔ مدرسہ میں طلبأ کے قیام و طعام کا بہتر انتظام ہے۔ طلبأ ہر وقت داخلہ لے کر مستفید ہو سکتے ہیں مدرسہ امینیہ کا چوتھا سالانہ جلسہ ۲۳، ۲۴ ستمبر ۱۹۷۱ء ۳، ۴ شعبان ۱۳۹۱ھ بروز جمعرات، جمعہ ہوگا۔ جید علماء کرام خطاب فرمائیں گے

(مولانا) محمد اختر صدیقی مہتمم جامعہ امینیہ روشن والا سمندری روڈ لائل پور

چوہدری صادق علی ندوی لائلپور

تبلیغی جماعت

کیسا تھ میرے سفر کے تاثرات

تبلیغ کے چھ نمبروں کی حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری نے کیا وضاحت فرمائی

تبلیغی جماعت کا تعارف راقم الحروف کو سال ۱۹۴۶ء میں ہوا۔ اس وقت یہ احقر العباد ضلع فیروزپور میں بطور کلامنڈ ڈسٹری بیوشن افسر متعین تھا۔

اتفاق سے مولانا حافظ عبدالرحیم صاحب خطیب جامع مسجد بستی ٹینکانوالی حال بورےوالہ سے دوستانہ مراسم قائم ہوگئے۔ مولانا مذکور ضلع فیروزپور کی جماعت اسلامی کے امیر بھی تھے۔ لہٰذا ان کی وجہ سے جماعت اسلامی کا لٹریچر بھی کبھی کبھی مطالعہ میں آتا تھا۔ اور اس جماعت کے ساتھ دن بدن وابستگی بڑھ رہی تھی۔ حکیم مشتاق احمد صاحب اصلاحی جماعت اسلامی کے قیم سیکرٹری تھے۔ ان کے ساتھ بھی مراسم قائم ہوگئے اور وقتاً فوقتاً جامع مسجد ٹینکانوالی میں ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ ایک دن شام کی ملاقات میں مولانا عبدالرحیم صاحب اور حکیم مشتاق احمد صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ دوپہر کے وقت مجھے تلاش کرتے رہے مگر میں نہ مل سکا۔ لہٰذا وہ اکیلے سٹیشن پر قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی زیارت کو چلے گئے۔ انہیں اطلاع ملی کہ قاری صاحب ریل گاڑی کے ذریعے لاہور جا رہے ہیں۔ اور گاڑی دوپہر کے وقت فیروزپور سٹیشن پر پہنچے گی۔ لہٰذا وہ دونوں حضرات وہاں پہنچ گئے اور چند منٹ قیام کے دوران گاڑی میں حضرت قاری صاحب کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔ یہ بات سن کر احقر کو قاری صاحب کی زیارت سے محرومی کا سخت افسوس ہوا۔ تاہم مولانا عبدالرحیم صاحب سے دریافت کیا کہ دوران ملاقات قاری صاحب موصوف سے کیا باتیں ہوئیں۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم نے قاری صاحب کی خدمت میں جماعت اسلامی کا لٹریچر پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ بھائی اس وقت مسلمانوں کی جو سیاسی یا غیر سیاسی جماعتیں ملک میں کچھ کام کر رہی ہیں۔ ان میں یہ دو جماعتیں دوسری جماعتوں سے اچھی ہیں۔ ایک اسلامی جماعت اور دوسری تبلیغی جماعت۔ یہ بات سن کر میں نے مولانا عبدالرحیم صاحب سے کہا کہ کیا آپ نے حضرت قاری صاحب کو اسلامی جماعت میں شمولیت کی دعوت بھی دی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں دعوت تو دی تھی مگر حضرت قاری صاحب نے فرمایا تھا کہ اس جماعت

میں جہاں خوبیاں ہیں۔ وہ نقص بھی ہیں لہذا ان دو نقائص کی وجہ سے میں اس جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ جماعت ان نقائص کو دور نہ کرلے۔ پہلا نقص تو یہ ہے کہ یہ اسلامی جماعت والے آئمہ فقہ کو نہیں مانتے اور اہلسنت والجماعت کے مسلک پر نہیں ہیں۔ دوسرا نقص یہ ہے کہ یہ جماعت تصوّف سے بھی انکار کرتی ہے۔ یہ باتیں سُن کر راقم الحروف نے مولانا عبدالرحیم صاحب امیر جماعت اسلامی سے پوچھا کیا واقعی آپ کی جماعت فقہ اور تصوّف کو نہیں مانتی ؟

مولانا نے جواب دیا کہ یہ بات صحیح ہے کہ جماعت فقہ تصوف کو نہیں مانتی مگر میں ذاتی طور پر ان دونوں چیزوں کو مانتا ہوں اور حضرت رائے پوریؒ کا مرید بھی ہوں

تبلیغی جماعت کے لئے جستجو!

امیر جماعت اسلامی ضلع فیروز پور کی یہ باتیں سن کر راقم الحروف کی دلچسپی جماعت اسلامی کے ساتھ بہت حد تک کم ہوگئی۔ میں نے مولانا سے یہ سوال بھی کیا کہ قاری صاحب نے دوسری جماعت یعنی تبلیغی جماعت کا جو نام لیا تھا کیا اس جماعت میں بھی کسی نقص کا ذکر انہوں نے کیا تھا۔ یا نہیں مولانا نے فرمایا کہ قاری صاحب نے اس جماعت میں نقص کی نشاندہی نہیں فرمائی تھی۔ قدرتی طور پر اس گفتگو کے بعد میرے دل میں تجسّس پیدا ہوا کہ اس دوسری جماعت کے حالات بھی معلوم کرنے چاہئیں۔ ان دنوں ضلع فیروزپور میں تبلیغی جماعت کا وجود ہی نہیں تھا۔ لہذا فوری طور پر اس تجسّس کی پیاس کو بجھانا ممکن نہیں تھا۔ اس واقعہ کے تھوڑا عرصہ بعد راقم الحروف کو ایک خط حافظ فضل الٰہی صاحب ایم اے کا ملا۔ جس میں مجھے تبلیغی جماعت کے ساتھ لاہور سے دہلی جانے کی دعوت دی گئی تھی۔ حافظ صاحب گورنمنٹ کالج لاہور میں میرے ہم جماعت رہے تھے۔ اور حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں سب سے پہلے حافظ صاحب موصوف ہی کالج کے زمانہ میں مجھے لے گئے تھے۔ میں حافظ صاحب کو اپنا مخلص دوست سمجھتا ہوں۔ کیونکہ انہوں نے میری زندگی کا رخ بدلنے میں کافی محنت کی اور بزرگوں کی صحبت میں مجھے ایک دوست سمجھ کر لے جایا کرتے ہیں۔ آج کل حافظ صاحب بہاولپور میں ڈائریکٹر پبلک اکاؤنٹس ہیں۔ میں نے حافظ صاحب کا خط مولانا عبدالرحیم صاحب کو دکھایا۔ وہ پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور مجھے تاکید کی کہ تم ضرور جماعت تبلیغی کے ساتھ چند دن دہلی اور بستی نظام الدین میں گزارو۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے ارشادات بروایت امیر جماعت اسلامی سن کر دل میں ایک طلب پیدا ہوچکی تھی۔ حافظ صاحب کا مبارک خط اور مولانا عبدالرحیم صاحب کے مخلصانہ مشورہ نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور راقم الحروف دس بارہ دن کی رخصت لے کر مقررہ تاریخ کو سردیوں کا بستر اور ایک بڑا سوٹ کیس کپڑوں کا بھرا ہوا لے کر حافظ صاحب کے مکان واقعہ مصری شاہ لاہور میں پہنچ گیا۔ حافظ صاحب نے دیکھ کر

کہا۔ بھائی صاحب آپ سرکاری دورہ پر نہیں
جارہے ہیں کہ چپڑاسی وغیرہ آپ کا سامان
اٹھائیں گے۔ یہ تو ایک قسم کی چلہ کشی ہے۔
اپنا تمام سامان خود اٹھاکر جماعت کے ساتھ
وقتاً فوقتاً پیدل سفر کرنا پڑتا ہے۔ کبھی
گاڑی پر کبھی تانگے پر اور کبھی سر پر بستر
وغیرہ اٹھاکر پیدل چلنا ہوگا۔ لہٰذا سامان کو
کم کرو۔ حافظ صاحب کے کہنے پر بہت سے
کپڑے اور بستر کی دری وغیرہ بھی حافظ صاحب
کے مکان پر چھوڑ دی اور ہم دونوں جماعت
کے ساتھ لاہور سٹیشن سے گاڑی میں منزل مقصود
کی طرف روانہ ہوگئے۔

سہارنپور میں قیام

ہماری پہلی منزل سہارن پور تھی۔ دارالعلوم
مظاہر العلوم کے قریب مسجد میں قیام ہوا اور
رات کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مدظلہٗ
نے جماعت کو دعوت طعام دی حضرت
شیخ الحدیث کا اخلاق دیکھ کر دل بہت
متاثر ہوا۔ اپنے دست مبارک سے ہنڈیا میں
سے سالن نکال کر پلیٹوں میں ڈالا اور پھر
یہ پلیٹیں ہمارے دسترخوان پر لاکر رکھ دیں۔
سبحان اللہ سبحان اللہ ایک متبحر عالم دین۔
اور ولی کامل ہم جیسے گنہگاروں کی خدمت کر
رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ آپ دین کی
طلب لے کر گھر بار چھوڑ کر آتے ہیں اور مہمانانِ
رسول اکرم ہیں۔ ہم نبی کریم کی طرف سے آپ
کو مبارک باد دیتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث
کی ملاقات میں اور ان کے پاکیزہ کھانے میں
وہ روحانی لذت تھی جو بیان نہیں کی جا
سکتی۔ ریل گاڑی میں ہمیں جماعت والے
قدیم حضرات چھ نمبر یاد کراتے آئے تھے۔
راقم الحروف راستے میں ہی ان چھ نمبروں
پر غور و فکر کرتا رہا اور سہارن پور پہنچ
کر حضرت شیخ الحدیث کا عمل دیکھا تو اکرام
مومن کی حقیقت سمجھ میں آئی۔ اس نمبر کو
اگرچہ تین نمبروں کے بعد رکھا گیا ہے۔ مگر
چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو مبلغ کے
لئے اس نمبر پر عمل کرنا اتنا اہم ہے کہ
اس کے بغیر مبلغ کی تبلیغ موثر نہیں ہوسکتی
دنیا کے سب سے افضل اور اعلےٰ مبلّغ
حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق
حق تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی
مہربانی سے آپ خوش خلق اور نرم دل واقع
ہوتے ہیں۔ اگر آپ بدخواہ اور سخت دل ہوتے
تو لوگ آپ سے دور بھاگتے۔ خود حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے کہ

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاق

میں تو اخلاق حمیدہ کی تکمیل کے لئے ہی
پیدا کیا گیا ہوں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا
محمد زکریا صاحب کا اخلاق دراصل
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ
کا ہی مظہر تھا۔ چند منٹ کی محبت جو کھانے
سے پہلے اور بعد میں حضرت جی سے ہوئی
اس کے اثرات یہ گنہگار اب تک محسوس
کر رہا ہے۔ ایسے ہی اثرات حضرت لاہوری
اور مولانا کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی مجالس میں بھی ایک طالب علم صادق کے

دل پر ہوا کرتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث کی محبت سے یہ سبق ملا کہ آدمی خواہ کسی ہی حیثیت کا ہو۔ اسے اپنے آپ کو گنہگار سمجھنا چاہیئے اور دوسرے مومنوں کو اپنے سے اچھا تصور کرے۔ جب تک یہ جذبہ پیدا نہ ہو وہ اکرام مومن سے بہرہ ور ہے۔

تبلیغ کے چھ نمبروں کی تشریح

حضرت شیخ الحدیث نے تبلیغ کے چھ نمبروں کی کچھ تشریح فرمائی۔ مولانا نے فرمایا کہ دیکھو پہلے نمبر یعنی کلمہ شریف کی حقیقت کو سمجھنے سے اللہ تعالےٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ تمام عمر انسان محنت کرتا رہے اور معرفت الٰہیہ کے مدارج طے کرتا رہے تو پھر بھی معرفت کاملہ اسے حاصل نہیں ہو سکتی۔ کبھی بھی وہ ایسے مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔ جس سے اوپر اور مقام اعلےٰ نہ ہو لہٰذا اس پہلے نمبر پر جوں جوں محنت کی جائے گی۔ انسان معرفت پروردگار میں ترقی کرتا جائے گا۔ اور یہی ہماری زندگی اور ذکر کی بہترین صورت نماز ہے جو تبلیغ کا دوسرا نمبر ہے۔ ہمیں دن رات کوشش کرنی چاہیئے کہ ہماری ہر نماز پہلی نماز سے بہتر ہو۔ جوں جوں ہماری نماز اعلےٰ بنتی جائے گی ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا جائے گا۔ نماز کا ایک جسم ہے اور ایک روح۔ جسم تو یہ ہے کہ ہمارے تمام اعضاء و زبان سنتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق حرکات و سکون کریں۔ اور روح یہ ہے کہ نماز کے اندر خشوع و خضوع ہو اور قلب خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ غیر متعلقہ خیالات تو ضرور آئیں گے مگر کوشش کی جائے تو ہر رکن نماز میں کم از کم تین مرتبہ خدا تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو اور ذکر کے نور سے منور ہو جائے۔ اس طرح اگر نماز قائم کرلو گے تو انشاء اللہ اس نماز کی برکت سے فحش اور منکر کاموں سے بچ جاؤ گے۔

ایک موقعہ پر حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ نماز زندگی کا مقیاس اور پیمانہ ہے۔ اس پیمانہ سے اپنی تمام زندگی کو ماپو۔ جس طرح نماز کے اندر ہر عضو خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت حرکت کرتا ہے۔ اگر نماز کے باہر والی زندگی بھی اسی طرح ہے تو زندگی ٹھیک ہے۔ اگر اس پیمانہ پر پوری نہیں اترتی تو حالت خطرناک ہے۔ اپنے آپ کو درست کرلو۔ جس طرح نماز کے اندر فرائض یعنی ارکان کو صحیح طور پر ادا کر رہے ہیں۔ اسی طرح نماز کے باہر والی زندگی کے فرائض بھی پورے کرو۔ اگر نماز کے باہر والی زندگی نماز کے پیمانہ پر پوری اترتی ہے تو اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرو جس نے توفیق عطا فرمائی۔ اگر کچھ لغزشیں ہیں تو یہ کرو اور کثرت ذکر سے دل کی سیاہیوں کو دور کرلو اور اپنی تمام عمر اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں کو دور کرنے کی سعی کرتے رہو۔ میں مولانا محمد زکریا مدظلہ العالی کے ارشاداتِ مبارکہ عرض کر رہا تھا۔ درمیان میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے ارشادات بھی نماز کے متعلق عرض کئے ہیں تاکہ ہم اپنے

اندر کو جھانکیں اور دیکھیں کہ ہماری نماز کتنی ناقص ہے۔ اگر تمام عمر نماز کی درستی میں صرف کر دیں۔ پھر بھی نماز کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي

تم بھی اسی طرح نماز پڑھو جس طرح میں پڑھتا ہوں

ہم خواہ کتنی ہی کوشش کر لیں۔ ہماری نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے برابر نہیں ہو سکتی۔ ہاں دن بدن حضورؐ کی نماز کے قریب ضرور ہوتی جائے گی اور اس میں ہماری ترقی درجات ہے۔

تبلیغ کا تیسرا نمبر

حضرت شیخ الحدیث صاحب نے تیسرے نمبر یعنی علم و ذکر کے متعلق بھی ارشادات فرمائے جو موتیوں اور جواہرات سے قیمتی ہیں۔ آپ نے فرمایا علم کے بغیر کسی بھی عمل کا جسم قائم نہیں ہو سکتا اور ذکر کے بغیر کسی بھی عمل میں روح نہیں آ سکتی۔ فرائض کی ادائیگی کیلئے فرائض کا علم ہونا ضروری ہے لہٰذا ہر انسان پر جو جو چیزیں فرض ہیں ان کے متعلق علم حاصل کرنا بھی فرض ہے۔ نماز سب پر فرض ہے۔ لہٰذا نماز کے متعلق ضروری مسائل معلوم کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جو تجارت کرتا ہے اسے تجارت کے متعلق مسائل معلوم کرنا از حد ضروری ہے۔ اسی طرح مالدار پر زکوٰۃ کے مسائل اور حج کے مسائل معلوم کرنے ضروری ہیں۔ غریب کو یہ مسائل معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی عمل کو صحیح طور پر ہم ادا نہیں کر سکتے جب تک اس عمل کے متعلق صحیح علوم حاصل نہ کر لیں اسی لئے حضور نے فرمایا تھا کہ

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ

یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے۔ صحیح علم کے مطابق صحیح عمل کرتے وقت دل خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے یعنی دل کے اندر خدا کے ذکر کی کیفیت موجود ہو۔ ہر وقت دل میں فکر رہے کہ میرا کوئی فعل اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ ہونے پائے۔ ذکر کی حقیقت ہی یہ ہے کہ دھیان خدا تعالےٰ کی طرف رہے۔ علم بغیر عمل کے مفید نہیں ہے اور حقیقی ذکر بغیر علم کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ علم اور ذکر دونوں کا ہونا مومن کے اندر ایک ایسا نور پیدا کرتا ہے جو بیان سے باہر ہے۔ چوتھا نمبر اکرام مومن کا ہے۔ اس کے متعلق حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ صرف حق العباد ادا کرنا کافی نہیں ہے۔ اکرام کا تقاضا یہ ہے کہ جس آدمی کا ہمارے اوپر کوئی حق ہے اُسے اُس کے حق سے کچھ زیادہ دیا جائے، یہ ہے اکرام اور یہی ہے اخلاق۔

خدا تعالےٰ سے مانگنا عبادت ہے اور مخلوق کو دینا اخلاق ہے اور دین ان دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔ تبلیغ کا پانچواں نمبر تصحیح نیت یعنی اخلاص ہے۔ کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوگا جب تک اس میں

تین شرائط نہ پائی جائیں۔

پہلی شرط ایمان ہے یعنی عمل کرنیوالا مومن ہو۔

دوسری شرط سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مطابقت ہے۔

تیسری شرط اخلاص ہے یعنی عمل میں نیت صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی ہو۔ جب تک کوئی عمل خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے نہ کیا جائے قبول نہ ہوگا، خواہ عمل کتنا ہی اونچا ہو۔ شہادت بھی بغیر حصول رضائے خداوندی کے قبول نہ ہوگی۔ لہٰذا ہر عمل کے شروع میں اور آخر میں اپنی نیت کی تصحیح کر لو تو عمل قبول ہوگا۔

چھٹا نمبر تبلیغ کا ہے۔ تبلیغ ایک محنت کا نام ہے جس سے تمام اعمال صالح زندہ ہوتے ہیں۔ اس محنت کے بغیر امّتِ محمدیہ میں اعمال صالح قائم نہیں رہ سکتے۔ جب خیر غالب ہو شر پر تبلیغ فرض کفایہ ہے اور اگر خدا نخواستہ شر غالب ہو خیر پر جیسا کہ ہمارے اس زمانہ میں ہے تو ہر مسلمان پر تبلیغ کرنا فرض عین ہے۔ کیونکہ افراد کا عروج اعمال صالح سے ہوتا ہے اور امّت کا عروج تبلیغ سے۔ اس عمل سے تمام امّتِ محمدیہ کو فائدہ پہنچتا ہے۔

ہمارے اس عمل سے ہمارے بزرگوں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور ان کے مراتب بھی بڑھیں گے۔ کیونکہ انہوں نے ہی ہمیں یہ عمل بالواسطہ یا بلاواسطہ سکھایا تھا، ہمارے زمانے کے انسانوں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ اور آنے والی نسلوں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

الغرض رات ہم نے حضرت شیخ الحدیث کے قرب میں مسجد میں گذاری۔ صبح ہم دہلی کو روانہ ہوئے تو حضرت مولانا سعید احمد صاحب سہارنپوری (جو آجکل تمام عرب ممالک میں تبلیغی کام کے سربراہ ہیں) ہمارے ساتھ دہلی کو روانہ ہوئے۔ ریل گاڑی میں وہ ہمیں تبلیغ کے چھ نمبروں کی تشریح فرماتے رہے۔ ان دنوں وہ جوان تھے۔ میرے دل میں چند سوال کھٹک رہے تھے میں نے ان سے وہ سوال کر دیئے۔

ایک سوال تو یہ تھا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ یعنی اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں۔ (۱) کلمہ طیبہ، (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ اور (۵) حج۔ ان پانچ میں سے آخری تین کو تو آپ نے چھوڑ دیا ہے اور پہلے دو کو لیکر چار اور اپنی طرف سے لگاکر چھ بنا دیئے۔ کیا آپ کوئی حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ جس میں ان چھ نمبروں کا ذکر ہو۔

مولانا سعید احمد خاں صاحب مدظلہ العالی نے میرے سوال کا مدلل جواب دیا۔ آپ نے فرمایا بھائی اس وقت امّتِ محمدیہ کی حالت اس مریض کی سی ہے جو بیماری کی وجہ سے نہایت کمزور ہوگیا ہے نہ چل سکتا ہے نہ کوئی کام کر سکتا ہے۔ چارپائی پر نحیف اور لاغر پڑا ہے۔ یہ تو ہم کہیں گے کہ ابھی زندہ ہے مرا نہیں مگر کام کچھ نہیں کر سکتا۔ ایک حکیم حاذق اس کا علاج کرتا ہے دوائی بھی دیتا ہے اور ساتھ کہتا ہے کہ صرف جَو کا پانی بطور خوراک استعمال کیا جائے۔ کچھ دنوں کے بعد اسے تھوڑی سی طاقت آتی ہے تو پھر اسے حکیم یخنی دے گا اور پھر دودھ ڈبل روٹی ---- جوں جوں اس میں طاقت آتی جائے گی، خوراک بدلتی جائے گی۔ اور بالآخر جب وہ بالکل تندرست ہو جائے گا تو پھر وہ سب کچھ کھا جائیگا

تو بھائی یہ اُمّتِ محمدؐیہ روحانی امراض کی شکار ہے۔ اور مرض نے اتنا کمزور کر دیا ہے کہ اعمال صالح ہو نہیں رہے ہے۔ ایک بزرگ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ ان چھ نمبروں پر عمل شروع کر دو۔ ایمان میں تقویت آئے گی اور جوں جوں ایمان مضبوط ہوتا جائے گا۔ ایمان صالح کرنے آسان ہو جائیں گے۔ آہستہ آہستہ دین کے تمام اعمال کو وہ ادا کرنے لگ جائے گا۔ مطلب تو یہ ہے کہ دین کا کوئی عمل بھی ہم سے چھوٹنے نہ پائے۔ ان چھ نمبروں یا اعمال کی مشق سے انشاء اللہ تمام دوسرے اعمال کرنے کی توفیق ملے گی۔

آپ دیکھیں کہ جو حضرات تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں وہ نہ تو رمضان کے روزے چھوڑتے ہیں اور زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں۔ اور حج بھی تقریباً سب اہلِ نصاب کرتے ہیں۔ ہم نے روزہ، زکوٰۃ اور حج کو چھوڑا نہیں ہے۔ روزے تو سال میں ایک ماہ رکھنے ہیں۔ جو آدمی تمام سال میں نماز پابندی سے پڑھے گا وہ روزے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ رمضان کی برکت سے روزے تو بے نماز بھی رکھ لیتے ہیں تو نمازی کیسے چھوڑ دے گا۔ اس طرح زکوٰۃ زکوٰۃ اور حج کا معاملہ ہے۔

ان کے علاوہ بھی تمام اعمال سب مسلمانوں کے لئے ضروری ہیں۔ یہاں ابتدا چھ نمبروں سے کرائی جا رہی ہے۔ انشاء اللہ لگاتار محنت ہوتی رہے گی تو تمام اعمال زندہ ہوں گے۔ مولانا کی اس تشریح سے میرے دل کو پورا اطمینان ہو گیا اور دس بارہ دن اس بابرکت جماعت میں گذارا، کہ شرحِ صدر ہو گیا۔

واپس آکر مولانا عبدالرحیم صاحب سے تمام احوال بیان کئے۔ انہوں نے بھی فرمایا کہ بھائی واقعی اس تبلیغ کے کام سے ہماری اصلاح ہو گی۔ میں نے مولانا سے عرض کی کہ بھائی جب آپ فقہ اور تصوّف کے قائل ہیں اور اور آپ کی جماعت ان کو نہیں مانتی تو آپ کو آج نہیں تو کل اس سے علیحدہ ہونا پڑے گا۔ چند ماہ بعد یعنی مارچ ۱۹۶۷ء میں بستی نظام الدین میں اجتماع تھا۔ اس اجتماع پر دوبارہ میں اور مولانا عبدالرحیم صاحب گئے۔ واپسی پر ان کے قلب پر اتنا اثر تھا کہ انہوں نے جماعت اسلامی سے استعفیٰ دیدیا اور پاکستان آکر انہوں نے جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کر لی۔

ملتان کے اجتماع پر مجھے ملے اور بہت خوش ہو کر کہنے لگے کہ چوہدری صاحب گذشتہ زندگی تو بیکار تھی۔ کیونکہ ہم صرف اپنی ذات کیلئے سب کچھ کرتے رہے۔ زندگی کا مقصودِ حقیقی اب ملا ہے۔

اور میں نے تو جب سے حضرت رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور تبلیغ کے کام میں وقت لگانے کا فیصلہ کیا ہے ماہیّتِ قلب تبدیل ہو گئی ہے اور علمائے حق کی صحبت میں جو طمانیت قلب نصیب ہوتی ہے وہ سیاسی ہنگامہ خیزیوں میں میسّر نہیں آسکتی۔ میں تو اس سے قبل اسلام کے نام پر ایک دھوکے اور پردے کی اوٹ میں رہا۔ خدا کرے کہ زندگی کے آخر میں صحیح اسلام کی تبلیغ کیلئے کوئی ادنیٰ خدمت سرانجام دے سکیں اور خدا تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔!

ادارہ خدّام الدین کی تاریخی پیشکش

قرآن نمبر

ادارہ نے اعلان کے مطابق ماہِ مقدّس رمضان المبارک کے شروع میں ایک ضخیم قرآن نمبر کی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے

انشاء اللہ

یہ نمبر تاریخی نوعیّت کا ہوگا، اور علماءِ اسلام کی تفسیری خدمات پر مشتمل ایک معلوماتی دستاویز



جاندار تصاویر سے پاک، اشتہارات اور مالی تعاون سے "قرآن نمبر" کی توسیع اشاعت میں ہر مسلمان کے لئے حصّہ لینا موجبِ ثواب ہے

دعوت و عزیمت کا پیکر

حضرت مولانا محمدؐ یوسف رح

تبلیغِ دین ——— جن کی زندگی کا روزمرّہ بن گیا تھا!

سیّد ذوالفقار حسین بخاری ایم' اے لائل پور

دنیائے اسلام کی دعوت و عزیمت اور علم و عمل کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے ۔ تو ہماری نظر بہت سی ایسی شخصیات پر پڑے گی۔ جنہیں ہمہ صفت موصوف پائیں گے ۔ دور کیوں جائیے خود برصغیر ہند و پاک کی آخری تین صدیوں میں علم و عمل کے ایسے جامع انفاس قدسیہ پیدا ہوئے جن کا جواب عالم اسلام میں ملنا مشکل ہے ۔ مولانا محمد یوسف (نور اللہ مرقدہٗ) بھی اسلامی دعوت و عزیمت اور علم و عمل کے محل میں اس شان کے ساتھ داخل ہوئے کہ اپنی بعض خصوصیات کے لحاظ سے بہت بلند اور روشن ہو گئے ۔

مولانا کو قریب و دور سے دیکھا، سنا۔ ان کی بے قرار روح اور بے تاب دل کی آتش نوائی سے مُردہ دلوں میں جان آتے دیکھی ۔ جمود کو حرکت میں، علم کو عمل میں، ریا کو اخلاص میں، بے فکری کو فکرِ دین و آخرت میں اس قدر جلد ڈھلتے دیکھا کہ عقل اس پر حیران اور قلب اس پر قربان ہو ہو گیا ۔ ان کی امتِ دینی خدمات کو سراہتے ہوئے جب ان کی حیاتِ مستعار کے مختصر لمحات کو بھی دیکھتے ہیں تو ان کی عظمت کا مینار اور بھی روشن ہو جاتا ہے ۔ تاریخ اسلام میں ہم جن علمائے کرام اور صلحائے عظام کے کارہائے نمایاں پر سر دھنتے اور ان کی محبت کے گن گاتے ہیں اگر غور کریں تو ان کا عرصۂ حیات مولانا کی نسبت کافی طویل پائیں گے ½ ۴۸ سال کی عمر میں مولانا نے جتنے کارنامے سرانجام دئے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تائید ایزدی ان کے شامل حال رہی ورنہ اتنی کم عمر میں اتنا کچھ کر لینا بظاہر ایک انسان کے بس کی بات نہیں ۔ مولانا کی مختصر زندگی کو دیکھتے ہوئے ہمیں اس بات پر یقین کامل ہو جاتا ہے کہ اہل اللہ کی عمروں میں برکت ہونے کا مفہوم کیا ہوا کرتا ہے ۔

مولانا کی شخصیت بڑی گھمبیر اور ہمہ جہت ہے لیکن بعض چیزوں میں وہ سب سے الگ تھلگ اور بہت اونچے نظر آتے ہیں ان کا ما بہ الامتیاز وصف داعی الی اللہ ہونے کا ہے ۔ جن لوگوں نے ان کی تقاریر سنیں ۔ تحریرات پڑھیں اور مجالس دیکھیں وہ اس بات کی تصدیق کریں گے ۔ کہ

مولانا جتنے فنا فی الدعوت والتبلیغ تھے اتنی مکمل فنائیت کم ازکم اس عہد میں کسی اور کو کم نصیب ہوئی ہوگی۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، لکھنا پڑھنا کھانا پینا یہاں تک کہ سونا جاگنا سب اسی فکر میں سرشار تھا کہ کسی طرح تمام دنیا کے انسان آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی معاشرت کو اختیار کرنے والے بن جائیں۔

وہ کس قدر فنا فی التبلیغ تھے۔ یہ بات ہر اس شخص پر واضح ہے جنہوں نے ذرا بھی انہیں قریب سے دیکھا ہے۔ انہوں نے اپنے آپ کو اس دعوت کے عمل میں اتنا فنا اور بے قیمت کر لیا تھا کہ ایک شخص ان کے معمولات کو دیکھ کر ہمیشہ ہی انگشت بدنداں ہو جاتا رہا ہے۔

معمولات :۔

وہ جب تک بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ دلّی میں رہتے ان کے معمولات عام طور پر اس طرح کے ہوتے۔ ہر روز فجر کے بعد ایک تقریر اشراق کے بعد ناشتے پر پھر گفتگو۔ اس کے بعد جماعتوں کو رخصت کرنا اور مکمل ہدایات دینا۔ یہاں بھی ہلکی سی تقریر کی شکل پیدا ہو جاتی۔ اس کے بعد وہ احباب جو مولانا کو ملنے آتے تھے جب رخصت ہونے لگتے تب بھی مولانا ان سے کچھ دینی باتیں کر لیتے۔ ظہر کے بعد اسباق کا مطالعہ اس کے بعد درس حدیث۔ یہ سلسلہ عصر تک جاری رہتا۔ عصر سے مغرب تک دنیا کے مختلف گوشوں سے آمدہ خطوط کے جوابات لکھوانا، اشارات دینا اور ساتھ ہی مہمان حضرات سے ملنا۔

مغرب کے بعد اوابین کے نوافل پڑھ کر سورۂ یٰسین کے ختم پر کبھی کبھار دعاؤں میں شریک ہو جانا۔ عشاء کے بعد سیرت النبیؐ اور سیرت الصحابہؓ میں سے کوئی حصّہ پڑھ کر اس کی تشریح کرنا۔ یہ تشریح بھی اکثر اوقات تقریر کا روپ دھار لیتی۔ یہ تو تھے ان کے حضر کے معمولات، جہاں تک ان کے سفر کے معمولات کا تعلق ہے اس کا عالم ہی اور ہے۔ سال میں قریباً ان کے تین چار ماہ سفر میں خرچ ہو جاتے اور جب کبھی حج وعمرہ کو جانا ہوا اس وقت اس سے بھی زیادہ اوقات لگ جاتے حضر کی حالت میں مولانا لکھنے پڑھنے اور پڑھانے میں جو وقت صرف فرماتے اب وہ وقت بھی دعوت و تبلیغ میں خرچ ہوتا۔ میں اس سلسلے میں دو ایک اسفار کا ذکر کروں گا۔ زیادہ تفصیل تحصیلِ حاصل ہے اس لئے کہ مولانا کا ایک سفر ہوا ہو تو اس کا ذکر کروں۔

داعی الی اللہ کی حیثیت سے اُن کی یہ بھی خصوصیت رہی کہ وہ اس تبلیغ کے کام میں لگنے والوں کی تربیت اور مردم سازی کا خاص خیال رکھتے رہے۔ انہیں ہر وقت اس بات کا خیال رہا کہ کہیں مبلغین حضرات کی نیّات میں فرق نہ آ جائے۔ تبلیغ کے پردے میں وہ ملک و مال کے چاہنے والے نہ بن جائیں۔ وہ کام کے پھیلاؤ کی وجہ سے عُجب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اس لئے مولانا بڑی حکمت و دل سوزی کے ساتھ ان کی ڈھارس بھی بندھاتے رہتے۔ آگے بڑھنے کی ترغیب بھی دیتے رہتے اور ساتھ ہی ان کی

کوتاہیوں کی طرف اشارہ بھی فرماتے رہتے
ہم سب جانتے ہیں کہ تبلیغی کام اس وقت
ہند و پاک اور نجد و حجاز مقدس کی سرزمین
سے نکل کر یورپ، امریکہ، یوگوسلاویہ، افریقہ
جاپان اور فلپائن وغیرہ ممالک تک پھیل چکا
ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان سے ہر سال
رمضان المبارک میں حج کی ایک پیدل جماعت
۱½ سال کے لئے روانہ ہوتی ہے۔ راستے
میں تبلیغ کا کام کرتی ہوئی مکہ معظمہ پہنچتی ہے
لیکن مولانا اللہ رب العزت کا شکر بجا لاتے
ہوئے اس بات کے بڑے متفکر رہے کہ کام
کے پھیلاؤ کی وجہ سے کام کہیں غلط راہوں
پر نہ چل نکلے کسی بے اصولی کا شکار نہ ہو
جائے۔

بستی نظام الدین

۲۰ ستمبر ۵۶ء کو راقم الحروف مولانا کی
خدمت میں بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ
دلی میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرٹھ سے ایک جماعت
آئی ہوئی تھی ناشتہ ہو رہا تھا اور مولانا فرما
رہے تھے۔ "دیکھو تبلیغ میں لاکھوں افراد لگے
ہوئے ہیں مگر علیٰ وجہ بصیرت بہت ہی تھوڑے
ہیں یعنی یہ سمجھ کر تبلیغ میں لگنا کہ اس کے
کرنے سے کیا ہوگا اور اس کے نہ کرنے
سے کیا ہوگا۔ اسی طرح مولانا پر تبلیغی کام کی
گیرائی سے زیادہ گہرائی کا فکر دامن گیر رہا۔ وہ
ہر وقت اس بات کا خطرہ محسوس کرتے رہتے
کہ کام کے پھیلاؤ کی وجہ سے گہرائی میں فرق
نہ آ جائے۔ ان کی کوشش ہوا کرتی کہ لوگ
دین پسندی اور تبلیغی کوشش کی طرف راغب
رہیں شخصیت کے جادو کا شکار نہ ہوں۔ چنانچہ
میں نے آج تک ان کی کسی تقریر یا خصوصی
گفتگو میں اس تبلیغی جد و جہد کے داعی اوّل
حضرت مولانا محمد الیاس قدس اللہ سرہٗ کا نام
نامی نہیں سنا (حالانکہ محرک اوّل ہونے کے
علاوہ ان کے استاذ محترم مرشد برحق اور والد
گرامی منزلت بھی تھے) مجھے یاد ہے مولانا ایک
بار رائے ونڈ (پاکستان) کے سالانہ اجتماع میں
اس غرض سے تشریف نہ لائے کہ لوگوں کو
احساس ہو دین کی گاڑی کے چلنے کا انحصار
کسی شخصیت کے ساتھ وابستہ نہیں ہوا کرتا۔
مشرقی پاکستان میں تبلیغی اجتماعوں میں ان کی
تقاریر کا پہلے پہل ترجمہ ہو جایا کرتا تھا لیکن بعد
میں یہ ترجمہ بند کروا دیا گیا چنانچہ ان کی
تربیت سے عام ذہن یہی بنا کہ لوگ خواہ
اس کام میں لگیں یا نہ لگیں ہم ضرور اس
کام کو کریں گے بلکہ یہاں تک دلوں کے
اندر یہ بات پیدا ہو گئی تھی کہ مولانا (خدانخواستہ)
اگر اس کام سے ہٹ بھی جائیں۔ تب بھی
ہم اس تبلیغی جد و جہد اور محنت کو جاری
رکھیں گے۔ شاید اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ
آج ان کی عدم موجودگی سے اک خلا بہت بڑا
خلا محسوس کیا جا رہا ہے۔ اس کے باوصف
اک گونہ اطمینان ہے کہ یہ کام اسی طرح بلکہ
کیا بعید اس سے بھی زیادہ چلے۔ (بفضلہ
بعونہ سبحانہٗ و تعالیٰ)

اُن کا دوسرا امتیاز خاص یہ تھا کہ وہ جس
یقین کی قوت کے ساتھ دعوت کو پیش کرتے

اس کی نظیر تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے
آخر ستمبر ۱۹۵۶ء کی بات ہے کہ مولانا بستی نظام الدین اولیاؒ دلی میں ایک بار بڑے جوش و خروش کے ساتھ یوں فرما رہے تھے۔ "انسانیت اس قدر خطرناک موڑ پر آچکی اور نظام عالم اس قدر خراب ہو چکا کہ سمندر سے پانی نکل کر انہیں تباہ کر دے، آسمان سے بجلی گر کر انہیں ختم کر دے یا آگ انہیں جلا دے تو کوئی بعید از قیاس نہیں۔ یہ عدالت کے فیصلے اور یہ نظام کتوں، سوروں اور بھیڑیوں سے بڑھ کر نہیں اس میں انسانوں کا خون چوسا جاتا ہے۔ یہ جو تم بڑی بڑی سڑکیں، محلات اور کوٹھیاں دیکھ رہے ہو اس میں بے چارے بے کس انسانوں کے خون و پسینہ کو ظلم سے نکال کر ایسا کیا گیا ہے" دوسرے موقعے پر خصوصی گفتگو میں فرمایا۔

"بڑے بڑے اونچے حضرات دین کے کل نظام کے احیاء کے متعلق مایوس ہو چکے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مشکل نہیں ایک آن واحد میں تمام نظام عالم کو بدل سکتا ہے اور دین کی طرف مائل فرما سکتا ہے۔ ہم اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کئے ہوئے محنت کے میدان کو مضبوطی سے پکڑ لیں تو اس وقت تمام عالم کا دین کی طرف مائل ہونے کا بہترین موقع ہے۔ کیونکہ آج کل لوگ اور حاکم کتوں اور بھیڑیوں سے کم نہیں ہیں۔ اہل یورپ کے لئے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ بہت جلد ہدایت کی طرف پڑ جاویں گے"

ایک بار اس طرح ارشاد فرمایا:-

"ہماری پریشانیاں محض نمازوں وغیرہ کے پڑھنے سے ہرگز دور نہیں ہو سکتیں ہم نمازیں تو پڑھ لیتے ہیں جس میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں۔ پھر اسی طرح اپنے کاروبار میں اسی ظالم نظام کی پیروی کرنے میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ جب تک اسلامی معاشرہ قائم نہ ہو اس وقت تک ہماری پریشانیاں دور نہیں ہو سکتیں ——— اگر ہم اسلامی معاشرہ کو دنیا کے سامنے عملاً پیش کرنے والے بن جائیں تو دنیا اسی وقت باطل نظام کو چھوڑ کر اسلامی نظام کے اندر آجائے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اب اپنے کاروبار، کھیتی باڑی اور اہل وعیال کو نہ دیکھو۔ یہ وقت بہت ہی نازک ہے اور لوگوں کے ہدایت پر پڑنے کا بہترین موقع ہے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ محنت کے میدان میں اپنے تمام مالوں اور اسبابوں کے ساتھ کود پڑو اور انسانیت کی خدمت کر جاؤ"

۱۹۶۴ء کو ملٹری ہائی اسکول راولپنڈی میں فرما رہے تھے :-

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں جس طرح یہ تلواروں کو زیر کرنے والا راستہ ہے (تبلیغ دین اور دعوت الی اللہ کا رستہ مراد ہے ۱۲ ذوالفقار) اسی طرح اس زمانے کی ایجادات ایٹمیات و سائنس کو زیر کرنے والا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس

زمانے کے لئے نبی نہ ہوتے یہ قیامت تک کے فیصلے ہیں۔"

۸ جولائی کو اسی مقام پر فرما رہے تھے :۔

"ہمیں ملک کے ساتھ ہونے کی ضرورت نہیں، ہتھیار کے ساتھ ہونے کی ضرورت نہیں امریکہ و روس کے ساتھ ہونے کی ضرورت نہیں جب خدا ہمارے ساتھ ہو جائے گا تو ہمیں کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ ہم کو گورنروں، وزیروں، کروڑ پتیوں کے آگے ہاتھ جوڑنے کی ضرورت نہیں ہو گی بلکہ وہ ہمارے آگے ہاتھ جوڑیں گے۔ امریکہ و روس ہمارے آگے جھکیں گے۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو جائیں گے وہ کائنات کی ہر چیز سے بے نیاز ہو جائے گا۔"

تبلیغی جد و جہد :۔

آپ اس حقیقت کو سامنے رکھئے کہ تبلیغی جد و جہد سراپا محنت، مجاہدے کا دوسرا نام ہے۔ اس کے بغیر دین کی سرسبزی ناممکن ہے۔ مولانا اس مجاہدے کا خود بڑا نمونہ تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا اس دور کے مجاہد کبیر اور بطل جلیل تھے انھوں نے اس زمانے میں دین کی آبیاری کے لئے جتنے سفر کئے اس کی مثال عالم اسلام میں ڈھونڈنا مشکل ہے۔ ہند و پاک کا کون سا اہم مقام، شہر اور قصبہ ہے جہاں ان کے قدوم میمنت لزوم نہ پہنچے ہوں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ (زادہما اللہ عزاً و تعظیماً) میں اسی نیت سے کئی بار سفر کر چکے ہیں۔

مولانا کی ایک اور خوبی نے دل میں گھر کر لیا۔ ان کے اس قدر تبلیغی انہماک اور جماعتوں کی آمد و رفت کے باوجود وہ جب تک بستی حضرت نظام الدین اولیاء رح رہتے۔ مطالعہ کے لئے کچھ نہ کچھ وقت ضرور نکالتے۔ چاشت کے وقت، ظہر کے بعد اور تہجد کے وقت انہیں اکثر اوقات مطالعے کے لمحات میسر آ جاتے۔ اس کے علاوہ درس و تدریس کا باقاعدہ سلسلہ بھی جاری رہتا۔ ظہر کے بعد سے عصر تک وہ احادیث مبارکہ کی اہم کتب بالخصوص ابوداؤد شریف پڑھاتے۔

ان پر علوم قرآنیہ اور معارف رحمانیہ کا جس طرح انکشاف ہوا تھا اگر وہ قرآن مجید کی باقاعدہ تفسیر لکھتے تو اپنے زمانے کے بہت بڑے مفسر ہوتے۔ علامہ شبلی نعمانی علیہ الرحمۃ نے اسلام کی کوئی باقاعدہ تاریخ نہیں لکھی لیکن اس کے باوجود وہ بہت بڑے مؤرخ اسلام تسلیم کئے گئے۔ اسی طرح اگرچہ مولانا نے کوئی باقاعدہ تفسیر نہیں لکھی۔ تاہم وہ مفسر قرآن ضرور تھے۔ ان کی تقریریں اور بیانات اس پر شاہد عدل ہیں۔ کلام الٰہی میں سب سے زیادہ زور توحید پر دیا گیا اور اس کے بعد رسالت پر۔ قرآن پاک کیا ہے۔ کلمہ طیبہ کی تفسیر کا دوسرا نام ہے۔ ان کے اکثر بیانات کلمہ طیبہ کی تفسیر و تشریح میں ہوتے۔ جس تفصیل کے ساتھ انھوں نے کلمہ مبارکہ کو کھولا اس کی نظیر ملنا آسان نہیں۔ پھر اس احسن طریقے سے بیان کرتے کہ بڑے سے بڑا بدعتی بھی چیں بہ جبیں نہ ہوتا۔ کلام اللہ میں اطاعت

خداوندی، اطاعت رسولؐ، قصص انبیاء، جنت و دوزخ، جزا، وسزا وغیرہ کا جس طرح ذکر ہوا وہ اس کا بڑے شرح و بسط سے تذکرہ فرماتے خاص کر جنت و دوزخ کا اس تفصیل کے ساتھ ذکر ہوتا کہ اس کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا۔

اسی طرح ختم نبوت کے جس مفہوم کو انہوں نے کھولا وہ صرف انہی کے ساتھ خاص تھا۔

اس کے علاوہ قرآن میں جن اہم چیزوں پر زور دیا گیا ہے اس کا اس کثرت سے بیان ہوتا کہ باید و شاید۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تقوٰی، توکل، غیبت، حرام، حلال، شرم وحیا، حلم، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، معاملات، اخلاص، اخلاق، ایمان و عمل صالح، ذکر و فکر، توبہ، استغفار وغیرہ ان کی تقریروں کے عام موضوعات تھے جن پر تفصیل سے گفتگو فرماتے۔

تاریخ اسلام سے واقفیت:-

مولانا کی نگاہ جس ژرف نگاہی اور وسعت کے ساتھ تاریخ اسلام بالخصوص سیرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حیات صحابہ رضؓ پر تھی اس کا جواب مولانا خود آپ تھے۔ تاریخ کی کتابیں لکھ لینا بھی ایک کام ہے۔ لیکن تاریخ کا حافظ ہونا بہت بڑا کمال ہے مولانا جس طرح حافظ قرآن تھے اسی طرح تاریخ اسلام سیرت النبیؐ خاص کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایک ایک واقعہ کے حافظ تھے۔ پھر حضرات صحابہ کرامؓ کی زندگی کی جزئیات پر جس طرح ان کی نظر جاتی تھی اس کا احصاء کرنا آسان کام نہیں۔ مولانا کی تقریر میں جو گرمی اور ان کے بیان میں جو تاثیر تھی اس میں صحابہ کرامؓ کے واقعات و حالات کو بڑا دخل تھا وہ جس موضوع پر بھی بولتے صحابہ کرامؓ کی زندگی کا ذکر بغیر ضرور کرتے۔

انہوں نے ہزارہا مصروفیتوں اور ذمہ داریوں کے ہوتے ہوئے جس طرح تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا اس کی قدر و اہمیت کا اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جنہیں ذرا بھی تحریر و تصنیف سے واسطہ پڑا ہے۔ ایک اہل قلم کو جتنا سکون اور فرصت میسر ہونی چاہیے اس کی زندگی کے لمحات جس قدر خلوت سے مزین اور جلوت سے عاری ہونے چاہئیں مولانا کے معمولات اور سرگرمیوں اور ان پر تبلیغ دین کے فکر کو غالب پا کر ان کا تحریر کے کوچے میں داخل ہونا غیر معمولی کارنامہ ہے "حیاۃ الصحابہؓ" اور "طحاوی شریف کی شرح" ایسی کتابیں ہیں۔ جن کی وجہ سے ان کا نام اہل قلم کی فہرست میں عظمت کے ساتھ لیا جائے گا۔ حضرات صحابہ کرامؓ پر عربی، فارسی اور اردو وغیرہ میں اس قدر کتابیں حیطۂ تحریر میں آ چکی ہیں۔ کہ بظاہر ان پر کسی اور انداز میں لکھنا، تنوع پیدا کرنا اور تازگی پیدا کرنا مشکل ترین اور نازک ترین مرحلہ ہے۔ ان کی بڑائی کا راز یہ ہے کہ انہوں نے حیاۃ الصحابہ کو نئے رنگ میں پیش کیا ہے۔ انہیں کثرت سے مختلف عنوانات سوجھے اور اس کے تحت جس طرح صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کو یکجا کیا ہے۔ غالباً آج تک کسی ایک

کتاب میں اس طرح اکٹھا نہیں کیا گیا۔ پھر صحابہ کرامؓ کو دعوت و تبلیغ کے عمل میں جس طرح سرشار دکھایا ایسا بھی کسی ایک کتاب میں کہیں یکجا نظر نہیں آیا۔ مذکورہ بالا کتابوں کے سبب مولانا کا جہاں ایک طرف بحیثیت ایک اہل قلم کے سکہ بیٹھا وہاں دوسری طرف وہ ایک وسیع المطالعہ عالم دین، محدّث اور مورّخ بھی روشناس ہوئے حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کثرتِ تصانیف میں ان کے ۳۶۰ مواعظ اور ۶۰ کے قریب ملفوظات کی مجلدات کو بھی شمار کیا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اگر مولانا کے بیانات، تقاریر اور خصوصی گفتگوؤں کو باقاعدگی کے ساتھ ضبط کیا جاتا تو ان کے مواعظ کی تعداد کم از کم ۲ ہزار ہوتی۔ جہاں تک ملفوظات کی مجلدات کا تعلق ہے اس کا شمار بھی سینکڑوں تک پہنچتا۔

رقت انگیز دعا:۔

دعا کو عبادت کا مغز فرمایا گیا ہے۔ مولانا جس انداز، جس جذبے اور جس طرح طویل دعا فرماتے تھے وہ صرف انہی سے مخصوص تھا۔ مولانا کی دعا بھی ایک چھوٹی سی تقریر ہوتی تھی۔ اور اس میں دعوت کا رنگ غالب ہوتا تھا۔ مولانا کی مؤثر ترین تقریروں سے بھی دل پسیج جاتے تھے۔ مگر دعا کی وجہ سے تو دل ہل جاتے تھے۔ مولانا کی تقریر میں اگر کوئی شامل نہیں ہو سکا تو وہ کوشش کرتا کہ ان کی اختتامی دعا میں ضرور شرکت کرے۔ دعا بعض اوقات آدھ گھنٹے تک بھی چلی جاتی۔

دعا بھی اس تیزی کے ساتھ ہوتی۔ جس کے ساتھ تقریر کرتے۔ پہلے عربی میں دعائیں اس کے بعد اردو میں۔ مولانا اس الحاح و زاری کے ساتھ دعا فرماتے کہ بڑے بڑے پتھر دل بھی نرم پڑ جاتے۔ دعا کے وقت اک کہرام سا مچ جاتا۔ اور لوگ بلک بلک کر رونے لگتے۔ گذشتہ سال راولپنڈی میں ایک اسکول کے ہال میں فجر کی تقریر کے بعد جو دعا ہوئی اس میں تمام مجمع دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔

مولانا کی دعاؤں کا حال اس وقت دیکھنے کا تھا جب پار سال وہ حج پر گئے ہوئے تھے جن لوگوں کو ان کی دعاؤں میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہی صحیح معنوں میں اس کی کیفیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

مولانا اخبار شاید ہی دیکھتے ہوں لیکن اس کے باوجود ان کے ہاں سیاسی شعور کی گہری جھلک دیکھی۔ اپنے زمانے کے سب سے بڑے داعی الی اللہ ہونے کی حیثیت سے وہ عالمی حالات پر بھی نگاہ رکھتے کہ انسانیت کا دھارا کس رخ پر بہہ رہا ہے اور لوگوں کے مرغوبات کیا شکل اختیار کر رہے ہیں۔ نتیجے کے طور پر جو عوارض و امراض پیدا ہوتے ان کی صحیح تشخیص کرتے ان کے دکھوں کا علاج بتاتے۔ ہند و پاک کے ہر اہم اور مرکزی مقاموں پر بار بار جانا، ممالک عربیہ بالخصوص نجد و حجاز مقدس میں مستقل طور پر مبلغین رکھنا، خود بار بار جانا۔ حیاۃ الصحابہ عربی میں تصنیف فرمانا وغیرہ اُسی گہری سیاسی سمجھ بوجھ

بیاد مولانا محمد علی جالندھری

دارالعلوم ربانیہ میں جلسہ

بتاریخ ۲۹ رجب المرجب بمطابق ۲۰ ستمبر بروز سوموار منعقد ہوگا جس میں مندرجہ ذیل اکابرین ملت حضرت کی زندگی مبارک پر اپنے اپنے تاثرات کا اظہار فرمائیں گے۔

۱- فاتح قادیان حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر امیر مرکزیہ تحفظ ختم نبوت ملتان

۲- امام المتکلمین حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری صدر مجلس تنظیم اہلسنت والجماعت ملتان

۳- فاضل نوجوان حضرت مولانا مجاہد الحسینی ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین لاہور

۴- صوفی محمد حفیظ نعت خواں ساہیوال

الداعی الی الخیر: حسن علی ربانی ناظم تبلیغ دارالعلوم ربانیہ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور

مرتبہ: پروفیسر محمد حسین

مسجد بلال پارک، میں

مولانا محمد یوسف کا آخری خطاب

مسجد بلال پارک لاہور، یکم اپریل ۱۹۶۵ء بروز جمعرات بعد از مغرب ۸ بجے شام

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم،

میرے بھائیو اور دوستو! اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ نے اس زمین و آسمان میں جو کچھ بنایا ہے اور جاہے کے لیے اس زمین و آسمان کو بنایا ہے اُس میں انسان کی وقتی کامیابیاں رکھی ہیں۔ وقتی عیش، وقتی بھوک، وقتی پیٹ بھرنا، وقتی حیات، وقتی موت رکھی ہے۔ یہاں تھوڑی سی دیر کے لیے لذت و عیش ملتے ہیں پھر تکلیف آ جاتی ہے۔

اور جاہے کے لیے (یعنی جن اعمال کے لیے) انسان کو بنایا ہے اس میں خدا نے سب کچھ ابدی بھی رکھا ہے اور وقتی بھی۔ اس میں ابدی کامیابیاں بھی اور وقتی کامیابیاں بھی ملتی ہیں۔ وقتی راحت اور ابدی راحت بھی ملتی ہے۔ وقتی صحتیں بھی ملتی ہیں اور ابدی صحتیں بھی ملتی ہیں۔ انسان میں جو دولتیں (اعمال صالحہ) رکھی ہیں۔ وہ ایک طرف وقتی طور پر دنیا میں دوسری طرف آخرت میں ابدی طور پر زندگی بناتی ہیں۔ اسی لیے انسان کی یہ دولتیں ساتوں زمین و آسمان سے زیادہ قیمتی ہیں۔ اگر ایک انسان کی یہ دولت بنتی ہے اور اس کے اندر کی مایہ اُبھرتی ہے تو اس سے ساتوں زمین و آسمان سے زیادہ آبادی بنتی ہے، ساتوں زمین و آسمان سے زیادہ کامیابی ملتی ہے۔ وہ دولت تو بڑی قیمتی چیز ہے اُس کی جو خشت اوّل ہے۔ یعنی اللہ کہنا خالی اللہ کہنا۔ اور کچھ نہ کہے اور نہ کوئی اور دولت بنائے پھر بھی فرمایا کہ جب تک ایک بھی اللہ کہنے والا دنیا میں باقی رہے گا زمین و آسمان باقی رہے گا۔ قیامت نہیں آئے گی۔ جب ایک بھی اللہ کہنے والا نہ رہے گا، ساتوں زمین و آسمان کو توڑ دیا جائے گا اس سے اندازہ لگاؤ کہ جن دولتوں کے لیے خدا نے انسان کو بنایا ہے وہ کتنی قیمتی ہیں۔ جبکہ ایک لفظ اللہ کہنے پر زمین و آسمان کھڑے ہیں۔ نماز نہیں، اخلاق نہیں، حج نہیں صرف اتنی دولت ہے۔ اگر انسان کی یہ آخری دولت بھی جاتی رہے تو پھر ڈیڑھ ارب سات ارب جتنے بھی انسان دنیا میں اُس زمانے میں ہوں گے سب مریں گے۔ سب مخلوق ختم کی جائے گی۔ تو میرے عزیزو! اس سے معلوم ہو گیا کہ زبان سے خالی اللہ کہنا اتنی بڑی دولت ہے کہ ساتوں زمین و آسمان اس

پر قائم ہیں۔ جب ایک شخص کہتا ہے کہ میں کھیتی سے پلتا ہوں تو یہ خالی کہنا نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک لمبی چوڑی محنت ہے۔ وہ زمین خریدتا ہے، ہل چلاتا ہے، بیج ڈالتا ہے۔ چار چھ مہینے کے بعد کٹائی کرکے غلہ بیچ کر پیسے لاتا ہے۔

اقرار محض

اسی طرح جب ہم کہیں کہ ہمارے رب اللہ ہیں تو یہ خالی کہنا بلکہ اس کے پیچھے ایک لمبی چوڑی محنت شروع ہوگی۔ اگر کہتے ہو کہ ہمارے رب اللہ ہیں تو پھر دکان کھیتی، سیاست، ملازمت سے پلنے کا یقین نکالو، اس بول پر محنت کرکے اس کو دل کا یقین بناؤ۔ اور دل کا یقین بنانے کے واسطے کہنا پڑے گا محمد رسول اللہ۔ اس بول کو دل کی حقیقت بنانے کے واسطے نہ تجارت نہ ملازمت نہ حکومت کی محنت ہے بلکہ اس کے لیے ایک محنت ہوگی جو محنت کی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ وہ محنت کرکے اس لفظ کو دل کی گہرائیوں تک اتارو۔ اور اس حقیقت تک پہنچ کر اللہ سے براہِ راست پلنے کا فیصلہ لو۔ پھر تو وہ تمہیں اتنی اچھی طرح پال کر دکھائے گا۔ عزت دے کر، غلبہ دے کر حفاظت دے کر دکھائے گا کہ امریکہ و روس بھی تمہاری جوتیوں میں ہوں گے۔ اسی پر تمہارے ایمان کا خاتمہ ہوگا۔ اسی پر لاکھوں حسین عورتیں ہمیشہ کی جوانی، لاکھوں غلمان، ہمیشہ کا سکون اسی پر ملے گا کہ تم اس کو دل میں فٹ کرکے دکھا دو پھر ملے گا۔ اسی کے لیے ہے محمد رسول اللہ کائنات میں جو کچھ ہے وہ محدود و فانی ہے تمہاری پرورش کا یقین پلٹ جائے لامحدود و غیر فانی کی طرف اس کے لیے ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، کہ خدا پالتا ہے محمدؐ کی عبادت پر۔ تم محمدؐ جیسی عبادت کی محنت کرو گے تو خدا تمہیں پالے گا۔ سونے چاندی موٹروں کے استعمال کا نام نماز (محمدؐ جیسی عبادت) نہیں ہے تمہارے دل و دماغ، انگلیوں، ہاتھوں گھٹنوں سب کا محمدؐ کی شکل کے مطابق استعمال نماز ہے۔ زمینداری کیا ہے؟ آپ زمین سے پلنے کے واسطے زمین کے مطابق استعمال ہوتے ہیں۔ دکان کیا ہے؟ دکان کے پلنے کے واسطے دکان کے طریقے کے اعتبار سے تمہارا استعمال۔ اسی طرح نماز کیا ہے خدا کی ذات میں جو کچھ لامحدود و غیر فانی ہے اس سے پلنے کے واسطے ہمارے طریقۂ استعمال کا نام نماز ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح پلے تھے۔ مکہ کی گلیوں میں دشمن کے نرغے سے کس طرح بچے تھے۔ بدر میں کیسے بچے اور فتح کی اور خندق میں روٹی کیسے ملی، قبائل میں گھر گئے تو کیسے بچے؟ ان سب کا جواب یہ ملے گا کہ آپؐ نے نماز پڑھ کر خدا سے مانگا تھا خدا نے کر دیا۔ اسی واسطے جتنی عبادت آپؐ نے کی ہے کسی نبی، کسی ولی نے اتنی عبادت نہیں کی نماز پڑھتے پڑھتے آپؐ سوکھی ہوئی مشک کی طرح ہو گئے تھے۔ نماز پڑھتے پڑھتے آپؐ کی رانوں تک ورم آ گیا تھا۔ اچھے اچھے تندرست صحابیؓ بھی اگر آپؐ کے کہیں پیچھے کھڑے ہوتے (رات کو نوافل میں) تو کمر میں سارا دن درد رہا۔ چھ پارے کا قیام پھر رکوع و سجدہ قیام کے برابر ایسی چار رکعتیں پڑھیں آج امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی وجہ سے

ہی چل رہی ہے۔ آپؐ نے نماز پڑھ کر خدا سے امت کا قیامت کے لیے بقاء مانگا۔ آپؐ نے مانگا کہ کوئی دشمن امت پر ایسا مسلط نہ ہو جو پوری امت کو ختم کر دے۔ اللہ نے دعا قبول فرمائی اور فیصلہ فرما دیا آپؐ نے امت کی مغفرت کی دعا مانگی کہ چاہے یہ کتنے ہی گناہ کرے معاف کر دیا جائے۔ اللہ نے یہ بھی فیصلہ فرما دیا۔ آپؐ نے دُعا مانگی کہ پوری امت قحط سے ہلاک نہ ہو۔ اللہ نے فیصلہ فرما دیا۔ پھر آپؐ نے مانگا کہ آپس میں نہ لڑیں۔ اللہ نے نامنظور فرمایا کہ یہ جو بدعملیاں کریں گے تو کوئی تو سزا باقی رہنی چاہیے۔ حضورؐ نے ایسی نماز پڑھی کہ اللہ کو ترس آ گیا۔ جب نماز پڑھ کر آپؐ اس امت کے لیے آنسوؤں سے روتے تھے تو زمین آپ کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ آپؐ رو رہے تھے اللہ نے جبریلؑ کو بھیجا کہ اللہ پوچھ رہے ہیں کہ حبیبؐ کیوں رو رہے ہو؟ آپؐ نے فرمایا کہ امت کے لیے رو رہا ہوں کہ امت کا کیا ہوگا خدا نے کہا کہ ہم آپؐ کو امت کے بارے میں خوش کر دیں گے۔ نہ روئیے۔ ایک دن آپؐ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ صحابہ سمجھے کہ انتقال ہو گیا، فرمایا کہ آج امت کی مغفرت کی بشارت ملی تھی تو شکریہ میں اتنا لمبا سجدہ کیا۔

آپؐ کو تین دن کا فاقہ ہے کیا کیا آپؐ نے؟ نہ کمائی کی نہ کسی رشتہ دار اور دوست سے مانگا۔ مسجد میں نماز پڑھ کر خدا سے مانگا، واپس تشریف لائے عائشہؓ سے پوچھا اللہ نے روٹی بھیجی؟ کہا نہیں۔ پھر مانگا۔ پھر مانگا اسی طرح کئی مرتبہ کیا، آخری مرتبہ حضرت عائشہؓ نے کہا، عثمانؓ آئے تھے کچا پکا لائے ہیں، ہمیں بھی کہہ دیا کہ جوتی کا تسمہ بھی

ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگو۔ اب رب ہونے کی جو حقیقت ہے وہ نماز کے ذریعے مسئلوں کو حل کرانے سے دل میں اُترے گی۔ ورنہ یہ زبان کا بول ہی رہے گا۔ امن کی روٹی کا مسئلہ نماز سے حل ہوگا۔ شخصی مسائل کا حل ایک شخص کی نماز سے ملکی مسائل کا حل ملک والوں کی نماز سے، عالمی مسائل کا حل عالم والوں کی نماز سے ہوگا۔ حضورؐ نے سارے صحابہؓ کو نماز پر ڈالا اس پر خدا نے قیصر و کسریٰ کے ہلاک ان کے ہاتھ میں پکڑا دیئے۔ اب حضرت عمرؓ کے زمانے میں خوب فتوحات ہوئیں اُس کے بعد ایک زبردست قحط آیا۔ چاروں طرف سے بھوکے پیاسے بدحال اُٹھ اُٹھ کر مدینہ منورہ آنا شروع ہوئے اور اُدھر حضرت عمرؓ نے ایک دُعا شروع کی کہ قحط سے یہ مر نہ جائیں۔ دوسرے عمرو ابن العاص کو لکھا کہ تیرے ساتھی خوب پراٹھے کھا رہے ہیں۔ حضورؐ کی امت مدینہ میں بھوک کی مر رہی ہے کھانے کا سامان بھیجو۔ عمرو ابن العاص نے لکھا کہ میں سامان خوراک سے لدا ہوا ایسا قافلہ بھیج رہا ہوں جس کا اوّل مدینہ میں اور آخر مصر میں ہوگا۔ حضرت عمرؓ کے دسترخوان پر روزانہ چالیس پچاس ہزار آدمی کھانا کھاتے۔ دیہات میں بھی کھانا بھیجا جاتا۔ اُسی زمانے میں گاؤں کے رہنے والے ایک صحابیؓ نے بکری ذبح کی تو سوائے ہڈی خون کھال کے بوٹی نہ نکلی۔ تو اُن کی چیخ نکل گئی کہا یا محمدؐ! ہائے حضورؐ، آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ہچکی بندھ گئی، حضورؐ ہوتے تو ہمارا حال یہ نہ ہوتا۔ اسی طرح سو گئے، خواب میں حضورؐ تشریف لائے۔ فرمایا کہ ہمارا پیغام عمرؓ کو پہنچا دو کہ تو تو بہت عقلمند تھا تیری عقل کو کیا ہو گیا۔ یہ صبح ہوتے ہی حضرت عمرؓ کے گھر پہنچے

اور کہا کہ حضورؐ کے قاصد کی پکار کو سنو۔ ایک دفعہ تو حضرت عمرؓ بھی بھول گئے جیسے کہ حضورؐ کا ہی زمانہ ہو۔ پیغام سن کر لرز گئے۔ وہ سمجھے کہ میری زندگی میں کوئی فرق آ گیا ہے۔ سارے مدینہ والوں کو بلا کر کہا کیا میری زندگی بدل گئی ہے۔ سب نے کہا نہیں بدلی۔ فرمایا پھر یہ (دیہاتی صحابیؓ) کیا کہتا ہے؟ خواب کا مطلب سوائے حضرت عمرؓ کے سارا مدینہ سمجھ گیا۔ انہوں نے کہا کہ خواب کا مطلب یہ ہے جب تمہاری نمازیں خدا کے ہاں مقبول ہیں پھر قحط کے خاتمہ کی دعا کیوں نہیں مانگتے۔ اب حضرت عمرؓ نے دعا مانگی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَ نَسْتَغِیْثُكَ ہم معافی مانگتے ہیں اور بارش مانگتے ہیں۔ ابھی مجمع بکھرا بھی نہیں تھا کہ بارش شروع ہو گئی۔ جانوروں میں جان آنی شروع ہوئی۔ دیہاتیوں نے آکر یہ بتایا کہ جب چاروں طرف سے بادل ایک دوسرے پر چڑھ کر آ رہے تھے۔ تو بادلوں میں سے آواز آ رہی تھی اَتَاكَ الْغَوْثُ یَا اَبَا الْحَفْصِ
اے عمرؓ تو نے دعا مانگی تھی بادل آ گئے۔ اس کے لیے نماز بنانی پڑے گی وضو، استنجا، امامت کی ذمہ داری زندہ کرنے کی بھی محنت کرنی پڑے گی جو نماز میں نہیں آئیں گے انہیں لانے کی بھی محنت کرنی پڑے گی۔ اب ایک لمبا چوڑا نماز کی محنت کا میدان بن گیا۔ اب نماز میں صورت اور سیرت دونوں ٹھیک بناؤ۔ جو نہیں آتے انہیں لاؤ۔ مسجدوں میں جو آ گئے انہیں سکھاؤ، مسجد میں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز محنت سے بنی تھی۔ درندوں کا ختم ہو جانا، لٹیروں، زناکاروں کا ختم ہو جانا۔ انصاف والوں کا اوپر آ کر لوگوں کی زندگی بنانا یہ ساری ترتیب خود بدلے گی جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز کی محنت کا میدان بناؤ گے۔ تمہیں کھیتوں، دکانوں سے پلنے کے منصوبوں کی بجائے نماز پر محنت کر کے نماز کو پلنے کا منصوبہ بنانا پڑے گا تم ویسی نماز کر لو کہ جس سے کم از کم تم دوزخی نہ رہو قبر میں عذاب نہ ہو تمہیں۔ ویسی نماز بنا لو جس سے تمہارے چہرے کی روشنی حشر میں لاکھوں میلوں تک پڑے۔ اپنی کمائیوں سے جن کی وجہ سے تمہارا پلنے کا یقین غلط ہو گیا وقت نکالو یہاں مسجد میں آ کر (اللہ کی) ذات کی عظمت اس کی قدرت کو اتنا سنو کہ بن دیکھے وہ ذات تمہارے سامنے آ جائے اسی لیے فرمایا ہے کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ کہ خدا کی عبادت ایسے کر گویا تو خدا کو دیکھتا ہے۔ خدا کو دیکھنا کب آئے گا جب عبادت کے لیے خدا کی ذات کے اور اُس کی قدرت کے تذکروں کے لیے محنت ہو۔
دنیا و آخرت کے مسئلے اُس سے (یعنی اُن عملوں سے) حل ہوں گے جس کو حضورؐ نے مسجد میں چلایا تھا۔ خون خرابہ، اغوا، ڈکیتی، چوریاں، دشمنوں کی یورش تبھی رُکے گی، جب تم وہ پروگرام چلاؤ جو حضورؐ نے مسجد میں نماز کے لیے چلایا تھا۔ وہ ساری چیزیں چلاؤ حضورؐ نے مسجد کی چیزیں بہت چلائی تھیں۔ مسجد میں بھوکے پیاسے ننگے ہیں ناف سے گھٹنے تک صرف کپڑا ہے پھر بھی ایک آدمی کا قرآن سن رہے ہیں۔ اوڑھنے کے لیے کپڑے نہیں کھانے کے لیے دانے نہیں، تعلیم کے حلقے پھر بھی چل رہے ہیں۔ ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ اس حلقہ میں تشریف لائے اور فرمایا اے فقرائے مہاجرین خوش ہو جاؤ تم اغنیاء سے پانسو برس پہلے جنت میں داخل ہو گے

نماز کے لیے خشوع وخضوع کی محنت کی جائے گی
امام کے پیچھے رہنا پڑے گا۔ جس نماز میں لفظوں کو زبانوں
کو خدا پلٹیں گے وہ نماز بنانی پڑے گی۔ اگر اللہ کو رب
مانتے ہو تو پھر یہ محنت کر لو۔ جب نماز پر محنت کرتے
کرتے تمہارے دل و دماغ پر خدا چھا جائیں۔ اللہ رب
ہیں وہ نماز کی تعلیم پر پالیں گے مقدمے ختم کریں گے
مصیبتیں دُور کریں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز
کی ساری باتوں پر جو فرمائیں وہ سنو۔ جب آپ فضائل
کی مجلس میں بیٹھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا جتنے
لوگ باہر محنتیں چلا رہے ہیں اُن کا بچاؤ اس مسجد
کے اندر بیٹھنے والوں سے ہو رہا ہے۔ یہ میں اپنی
طرف سے نہیں کہہ رہا یہ حدیث ہے حدیث۔ پھر
مخبر صادقؐ کی باتیں آپ کے دل و دماغ میں اُتریں
گی کہ عزت یہاں ہے پرورش یہاں ہے یہاں محنت
کرو۔ ذکر کرنے، تلاوت کرنے تعلیم کرنے پر اور فضائل
و مسائل سیکھنے کی محنت پر یقین ہو کہ اس سے
زندگی بنے گی۔ پھر نماز دھیان سے پڑھو۔ اَلْحَمْدُ
لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سب کی تربیت کرنے والے
اللہ ہیں اور عبادت پر وہ تربیت کرتے ہیں اور میرا
قیام عبادت ہے اگر حضورؐ کے طریقے پر میرا قیام
آ گیا تو اس قیام کی وجہ سے اللہ دنیا و آخرت میں
پالے گا قیام میں جہت اللہ کا رُخ ہو۔ قرآن کا خدا
کے دھیان اور اخلاص سے پڑھنا ہو اس پر یقین
جماؤ کہ خدا اس پر پالے گا پھر چلو رکوع کے اندر کیا
کہو گے؟ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم پاک ہے وہ
ذات جو عظمت والی ہے وہ میرا رب ہے۔ اب
رکوع عبادت ہے اگر میرا رکوع حضورؐ کے طریقے پر
ہو گیا خدا کی قدرت پر یقین کرنے میں صورت کے اعتبار
سے اور نیت کے اخلاص کے اعتبار سے تو اس

رکوع پر اللہ پالیں گے۔ پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ
حَمِدَہٗ اور رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔ قومہ درست ہو گیا
تو خدا اس پر پالیں گے۔ پھر سجدہ اگر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے طریقے پر ہو گیا تو اللہ اس پر پالیں گے
یہی محنت نماز کے اندر کرنی ہوگی۔ یہی باہر کہ جس
سے نماز درست ہو جائے۔ جو چیزیں نماز کو درست
کریں گی اُن پر یقین بناؤ کہ اللہ ان میں لگنے پر
پالیں گے۔ دعوت تعلیم ذکر پر پالیں گے انہیں اپنے
اندر بناؤ۔ اب جاؤ محلوں کے اندر گشت کرو کہ شہر
کا کوئی آدمی بے نماز نہ رہے۔ مہینے میں تین دن
دیہات میں جاؤ اور کوشش کرو کہ کوئی بے نماز باقی
نہ رہے۔ سال میں چلہ میں کوشش کرو کہ پورے
ملک میں کوئی بے نماز نہ رہے۔ تین چلے میں پوری
دنیا میں کوشش کرو کہ کوئی بے نماز نہ رہے۔ حضورؐ
صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت ملنے کے بعد جو کچھ
لیا ہے وہ نماز پر لیا ہے۔ حضورؐ نے اکیلے اپنی ہی
نماز نہیں بنائی بلکہ مکہ والوں مدینہ والوں طائف
والوں نجد والوں سب کی نماز بنائی کیسے؟ جو کلمہ
پڑھتے انہیں نماز کی محنت میں لگا دیا۔

جب یہ یقین آ جائے کہ اللہ رب ہیں نماز پر
پالیں گے تو خدا پوری دنیا کی ترتیب بدل دیں گے۔ اب
نماز والے کی نماز کب قبول ہوگی۔ پہلے مسجد میں نماز
کو بناؤ پھر نماز کی بنیاد پر کمائی، گھر کی زندگی، معاشرت
تینوں لائنوں کو دین بناؤ یعنی انہیں حضورؐ کے اُن طریقوں
پر لاؤ جو پلنے کے واسطے دیے گئے ہیں۔ تجارت،
ملازمت حکومت میں بھی کمائی کی جاتی ہے۔ آپ جو
رشتہ لائے ہیں اس میں بھی کمائی ہے گھر کی زندگی
دوا دارو انسانوں کے رشتے میں بھی ہے حضورؐ کے
رشتے میں بھی ہے سب کچھ۔

نماز کی بنیاد پر کمائی :-

نماز کی بنیاد پر کمائی کیا ہے ؟ کہ کمانے پر نہیں خدا راضی ہو کر دے گا حضورؐ کے طریقے پر کمانے سے دے گا۔ لیکن یہ نماز درست جب ہوگی کہ یا تو نہ کماؤں یا حضورؐ کے طریقے پر کماؤں۔

نہ کمانے والے کا اللہ سے لینے کا طریقہ یہ ہے کہ نہ کمانے کی حالت میں مخلوق کا پیسہ نہیں دبانا ہوگا۔ اظہار حال نہیں کرنا ہوگا، سوال نہیں کرنا ہوگا، اسراف (دل کی دوسری جانب جھانک) نہیں کرنا ہوگا۔ بھوک آ جائے تو بھوک کی حالت میں جزع فزع نہیں کرنی ہوگی۔ اس کی مثال کے لیے سارے حضرات چشتیہ رحمہم اللہ تعالیٰ، خود حضورؐ، حضرت عیسیٰؑ، اصحاب صفہؓ سب۔ یہ سب لاکھوں مثالیں ہیں تیرے لیے نہ کمانے والوں کی۔

اگر تو کمانا ہی چاہے تو کما ضرور یہاں بھی پابندیاں ہیں خدا سے لینے کے ہے۔ کماتے ہو تو اس بنیاد پر چلو کہ کمائی سے نہیں ملے گا۔ خدا دے گا حضورؐ کے طریقے پر کماؤں گا تو اللہ دے گا۔ میں پیسے کے لیے نہیں کماتا۔ حضورؐ کا طریقہ کمانے میں چالو کرنے کے لیے کماتا ہوں۔ کماتا ہے یہ ثابت کرنے کے واسطے کہ ہم دکان کرتے ہیں دکان پر یقین نہیں کرتے۔ حکومت پر یقین نہیں کرتے۔ خدا پر کرتے ہیں۔ یہاں دکان کرنے میں دیکھنا ہوگا کہ کیا بیچنا ہے کیا نہیں بیچنا۔ تصویریں فحاشی کی کتابیں۔ مخرب اخلاق چیزیں نہیں بیچنی۔ جیسے ایک تو سوّر اور کتے حرام ہیں ان کا کھانا حرام ہے آگے حلال جانور بکری وغیرہ کا آپ نے گلا گھونٹ دیا یا بکری کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ خواہ آپ نے بسم اللہ اللہ اکبر بھی کہا حلال جانور بھی حرام ہو گیا۔ اسی طرح کمائی میں پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ جس طریقے سے حلال کمائی حلال بنتی ہے وہ طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ کمائی میں گھسے تو حضورؐ کا طریقہ چالو کرنے کے واسطے گھسے۔ اور کیا کہا کہ خدا کو راضی کرنے کے لیے کماتا ہوں۔ حضورؐ کے بتائے ہوئے فضائل کے شوق سے کماتا ہوں خدا اس پر پالے گا۔ آپ کی یہ کمائی چاہے تجارت ہو چاہے مزدوری آپ کا رابطہ خدا کی ذات سے قائم ہو گیا۔ اس پر آپ کو دنیا میں بھی آخرت میں بھی وہ ملے گا جو خدا کی ذات کے خزانوں میں ہے۔ دوسروں پر گولے پڑیں گے۔ تمہاری دکان پر نہیں پڑے گا۔ اگر پڑے گا نقصان نہیں کرے گا کیونکہ تمہاری دکان میں حضورؐ کا طریقہ ہے وہ دکان راکٹ سے زیادہ مضبوط ہوگی۔

گھر کی زندگی، نماز کی بنیاد پر

اب گھر کی زندگی بھی نماز کی بنیاد پر چلانی ہوگی اس میں بھی کچھ لباس حلال ہیں کچھ حرام ہیں۔ کچھ گھر بنانے حلال ہیں کچھ حرام ہیں۔ پھر حلال میں بھی کچھ طریقے حلال ہیں کچھ طریقے حرام ہیں۔ حضورؐ کے طریقے سے بیوی بچوں کے ساتھ ہماری ترتیب ہوگی تو خدا پالے گا۔ حضورؐ کے طریقے کا جھونپڑا کسریٰ کے محلوں، یہود و نصاریٰ کے طریقے کی کوٹھیوں سے قیمتی ہے۔ جو پچاس روپے کے حضورؐ کے طریقے کے جھونپڑے میں مزہ ہے وہ خدا کی قسم یہود و نصاریٰ کی پچاس لاکھ روپے کی کوٹھیوں میں حلاوت نہیں۔ حضورؐ کے طریقے کے سوا روپے کے کرتے میں جو مزہ ہے وہ یہود و نصاریٰ کے پانچ لاکھ کے لباس میں نہیں۔ پالنے والے اللہ ہیں۔ حضورؐ کے طریقے پر پالیں گے۔ خدا پرورش اس وقت بگاڑیں

گے جب ہم گھر کے نقشے میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے طریقے پر چلیں گے۔ رب کی بنیاد پر گھر کا نقشہ بھی دیا گیا ہے اس میں دوا دارو ولادت و موت کے طریقے بھی آئیں گے۔ مسجدوں میں بیٹھ کر صحابہؓ اولیاءؒ کے طریقے سیکھو۔ اگر تم نے کوٹھیوں کو یہود و نصاریٰ کے طریقے پر رکھا تو زمین کا ایک جھٹکا انہیں توڑ سکتا ہے۔ اگر حضورؐ کے طریقے پر جھونپڑا بنایا تو خدا کی قسم اُس پر راکٹ بھی گرے گا تو راکٹ ٹوٹ جائے گا۔ یہ اینٹ پتھر جو بے قیمت ہیں تو قیمتی بنیں گے نہیں۔ قیمتی تو حضورؐ کے طریقے ہیں جو ذاتِ اقدس سے نکلے ہیں محمدؐ کی۔ جن کا حکم چلا ہے اللہ کی ذات سے۔ اگر ساتوں زمین و آسمان کے برابر ایک کوٹھی ہو جس میں سارے ہیرے جواہرات لگا دیئے جائیں تو خدا کی قسم حضورؐ کی پاخانہ پھرنے کی ایک سنت کے مقابلے میں اُس کی کوئی قیمت نہیں۔

اِسی بنیاد پر معاشرت لے تو اس پر خدا تمہیں خوب دیں گے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے فجر کی دو رکعت کی قیمت کے برابر نہیں۔ اب کہ پانچ ہزار لے کر تم افریقہ گئے (اللہ کے دین کی محنت کے لیے) تو پانچ لاکھ نماز پڑھنے والے بن گئے۔

تم میں کمائی کی ہوس عثمانؓ، عمرؓ اور امام حسنؓ بننے کے لیے نہیں ہے تم میں کمائی کی ہوس ہے۔ قارون و شداد کے نقشے پر اور یوروپ کے زانیوں کے نقشے پر آنے کے لیے۔ اگر تم حضورؐ کو امام بنا لو۔ یہود و نصاریٰ کی بجائے تو تمہارے پاس خوب وقت اور پیسہ بچے گا اور پھر تم کالے گورے کو نماز کی بنیاد پر لا کر جوڑ دو۔ تو تمہارا دنیائے انسانیت پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ دُنیا آپ کو اس کا بدلہ نہ دے گی خدا دے گا۔ ایک ایک نماز پر خدا تمہیں ساتوں زمین و آسمان سے بڑی جنتیں دے گا۔

ایک، معاشرت بنانی پڑے گی۔ انصاف کی بنیاد پر۔ یہ انصاف نہیں اپنی لاکھوں کی کوٹھی ہو اور دوسرے لاکھوں فاقے مر رہے ہوں۔ اگر آپ اس پر نہیں آ سکتے۔ کچھ تو اپنا معیار کم کیجئے اور اپنے نبیؐ کی نقل اُتاریئے۔ جنہوں نے تین تین دن فاقے کیے ہیں تمہارے بننے کے لیے آپؐ نے خون کے بہت قطرے بہائے ہیں حالانکہ آپؐ کے خون کے ایک قطرے کی زمین و آسمان قیمت نہیں بن سکتے۔ یہ نہیں تھا کہ حضورؐ پر نہ ملنے کی وجہ سے فاقہ آتا تھا بلکہ عشاق دیتے ہیں۔ ہدیے تو اُمت پر لگا دیتے ہیں۔ خود فاقے کرتے ہیں۔ فاطمہؓ سے اتنی محبت ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے جب اُن کے ہوتے ہوئے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ابوجہل کی بیٹی سے میں نکاح حرام نہیں کرتا لیکن میری فاطمہ کو جو دُکھ پہنچائے اس کا مجھ سے تعلق نہیں۔ اُسی فاطمہؓ کا جب نکاح کیا تھا تو بے غریب علیؓ سے کیا تھا۔ ایک دفعہ غلام باندی آئے تو فاطمہؓ حضرت علیؓ کے کہنے پر گئیں۔ شرم سے واپس آ گئیں حضورؐ تشریف لائے۔ علیؓ نے مدعا بیان کیا تو فرمایا امت بھوکی مرے اور تمہیں باندی غلام دوں حضورؐ کی امت آج بگڑ رہی ہے تم تھوڑی سی قربانی کر کے اُس کو اوپر نہیں لا سکتے۔ چاہے تمہارے پاس کھانے کے لیے جو کی روٹی چٹنی ہو تو خدا تمہیں ساری دنیا میں چمکائے گا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اسلام کی پانچ بنیادی چیزیں

کلمہ طیبہ ـــــ نماز ـــــ روزہ

حج ـــ اور ـــ زکوٰۃ

اللہ تعالیٰ

ہر مسلمان کو ان پانچ چیزوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فریدالدین گنج شکر نوراللہ مرقدہ اجودھن
شریف میں اسی وقت بیہوش ہو گئے
ہوش آنے پر فرمایا۔
"برادرم بہاء الدین زکریا را ازیں
بیابان فنا بہ شہرستان بقا بردند"

حضرت شیخ صدرالدین عارفؒ

حضرت شیخ الاسلام کے فرزند ارجمند
حضرت شیخ صدرالدین عارف قدس اللہ
سرہ العزیز بھی پہلو میں دفن ہیں۔ ظہر و
عصر کے درمیان یاد الٰہی میں مشغول رہتے
ہوئے ۶۸۴ھ میں جاں بحق ہوئے۔ بعض روایتوں
میں شب جمعہ کو وصال ہونا بتایا گیا ہے۔

حضرت شاہ رکن عالمؒ

حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدین رکن عالم
نوراللہ مرقدہٗ و برّد مضجعہٗ حضرت شیخ
صدرالدین کے صاحبزادہ اور شیخ الاسلام
شیخ زکریا ملتانی کے پوتے ہیں۔ نوراللہ مرقدھم
حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء
نوراللہ مرقدہٗ کے ہمعصر و محبّ تھے۔
آپ کے دس سال بعد وفات پائی۔
آپ ہی نے حضرت محبوب الٰہی نوراللہ
مرقدہٗ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔
وفات شریفہ سے تین مہینے پہلے لوگوں
سے ملنا جلنا اور بولنا چالنا ترک فرما
دیا تھا۔ صرف نماز با جماعت کے لیے
باہر تشریف لاتے۔ ایک دن وضو فرمایا۔
اور وضو کے بعد بجائے دعائے مسنونہ
کے الحمد کے الفاظ مبارک بلند آواز
سے ادا فرمائے۔ خادم نے متعجبانہ طور
پر اس کی وجہ دریافت کی تو ارشاد
فرمایا۔ آج وضو کے دوران دنیا و آخرت
کا خیال تک دل میں نہیں گزرا تو
میں سمجھا کہ آج میرا وصال ہے۔ اسی
لیے صرف الحمد للہ کہا۔ جمعرات کی شام کو
اوّابین کے نفل ادا فرما رہے تھے کہ
بحالت سجدہ جان جانِ آفریں کے
سپرد کر دی۔ مرقد مبارک ملتان ہی میں
قاسم باغ قلعہ پر واقع ہے۔ اولین یہ
مقبرہ محمد شاہ تغلق بادشاہ مرحوم نے
اپنے لیے بنوایا تھا مگر بعد ازاں حضرت
شاہ رکن عالم نوراللہ مرقدہٗ کی محبت و
عقیدت کی بناء پر آپ کے لیے نثار
کر دیا۔ ۷۳۵ھ میں وفات بتائی جاتی
ہے۔ (سیرالعارفین جلد ۲ صفحہ ۱۱، بزم صوفیہ صفحہ ۲۷۳)

حضرت خواجہ بوعلی قلندرؒ

آپ نے ۱۱۴ سال
کی عمر پائی۔ زبردست عالم و عارف
شہیر تھے۔ ایک عرصہ تک حالتِ کیف و
مستی میں مستغرق رہے۔ ۱۳ر رمضان المبارک
۷۲۴ھ کو یادِ الٰہی بجا لاتے ہوئے
وصال فرمایا۔ "یا شرف الدین ابدال" سے
تاریخ وفات نکلتی ہے۔ کرنال میں
مدفون ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق
اعزہ و اقرباء راتوں رات پوشیدہ طور
پر نعش مبارک کو پانی پت لے گئے۔
(خزینۃ الاصفیاء ج ۱ صفحہ ۳۲۸)۔ حضرت بوعلی
قلندر نوراللہ مرقدہٗ ایک روایت کے

مطابق حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ بتاتے جاتے ہیں - دوسری روایت سے آپ حضرت محبوب الٰہی نور اللہ مرقدہ کے بھی مجاز و خلیفہ بتائے گئے ہیں (خزینۃ الاصفیاء ص ۲۷۶)

حضرت سید جلال الدین بخاریؒ

حضرت سید جلال الدین بخاری المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشت نور اللہ مرقدہٗ سادات کرام میں سے تھے - حضرت شاہ رکن عالم ملتانی نور اللہ مرقدہٗ کے مرید و خلیفہ تھے - ۷۷ سال سے کچھ زائد عمر پائی - عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھ کر طبیعت زیادہ خراب ہو گئی - اسی روز غروب آفتاب کے وقت مالکِ حقیقی سے جا ملے - مزار اُچ شریف میں ہے جو ریاست بہاولپور میں ہے - ملتان سے ستر میل جنوب مغرب میں واقع ہے - سن وفات ۷۸۵ھ ہے جیسا کہ لطائف اشرفی ج ا ص ۲۹۲ پر درج ہے -

حضرت خواجہ برہان الدین غریب نوازؒ

آپ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء نور اللہ مرقدہٗ کے چہیتے مرید و خلیفہ تھے - وقت اخیر پر مریدین کو بلایا - نصیحتیں فرمائیں - ہر ایک کو اپنے دست مبارک سے کپڑے عنایت فرمائے - اپنے پیر و مرشد حضرت محبوب الٰہی نور اللہ مرقدہٗ کی تسبیح مبارک طلب کی - اس کو سامنے رکھا - اور اپنی دستار گلے میں تواضعاً ڈال کر فرمانے لگے - میں مسلمان ہوں - امتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں، شیخ کا مرید ہوں، میں نیک نہ تھا، نیک زندگی بسر بھی نہیں کی - اپنا انصاف خود کرتا ہوں - پھر مرشد کی تسبیح سے تجدید بیعت کی اور زار زار رونے لگے - بوقتِ چاشت خادم خاص سے فرمایا - دوستوں کو لے جاؤ اور کھانا کھلاؤ - مطبخ میں کچھ باقی نہ رہے - ادھر یارانِ طریقت کھانے میں مشغول تھے - تو حضرت نے پیر و مرشد کا خرقہ اور تبرکات طلب فرمایا کہ اسی اثناء میں انتقال فرمایا - ۸۴ سال کی عمر پائی - سن وفات نفائس الانفاس کی روایت کے مطابق صفر ۷۳۸ھ معلوم ہوتا ہے یعنی حضرت پیر و مرشد کے تین سال بعد انتقال فرمایا - خلد آباد دکن میں مدفون ہیں - آپ کے پہلو میں آپ کے مرید و خلیفہ خاص خواجہ فریدالدین ادیب رحمۃ اللہ علیہ بھی دفن ہیں -

حضرت احمد منیریؒ

حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری قدس اللہ سرہ العزیز حضرت یحییٰ منیری کے نام سے مشہور ہیں - آپ کے مکتوبات سلسلہ تصوف میں خاص مقام رکھتے ہیں ۱۲۱ سال کی عمر پائی - جس روز وصال ہوا صبح سے ہی آخرت کے سفر کی تیاری میں رہے - مریدین کو پاس بلاتے، کسی کو گلے لگاتے، کسی کی

داڑھی کو بوسہ دیتے، کسی سے مصافحہ کرتے، کسی کو دعائیں دیتے، کسی کو نصیحتیں کرتے، بار بار کلام اللہ کی آیتیں اور ادعیائے ماثورہ پڑھتے۔ نماز مغرب تازہ وضو سے ادا فرمائی۔ بعد اذاں کلمہ طیبہ پڑھتے رہے۔ پھر مناجات اور پوری امت مرحومہ کے لیے دعائے خیر کی۔ حتیٰ کہ عشاء کی نماز کا وقت قریب آ گیا لا الٰہ الا اللہ پڑھا اور وصال فرمایا —— ۸۰۲ھ سن وفات شب پنجشنبہ ۶ر شوال آپ کی سیرت کی کتاب "سیرت اشرف" میں مذکور ہے۔ "پیر شرف" سے تاریخ وصال نکلتی ہے۔ حضرت کی نماز جنازہ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی جو صحیح النسب سید اور حافظ قرأت سبعہ تھے۔ یہی وصیت کے معیار پر پورے اترے۔ مزار پُر انوار بہار میں ہے آپ اولاً حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت سلطان جی نوراللہ مرقدہٗ نے اشارہ غیبی کی بناء پر حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں بھیجا۔ وہیں سے آپ کو خلافت مرحمت ہوئی۔

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رح

آپ صحیح النسب سید تھے، بادشاہ زادہ تھے۔ بادشاہی چھوڑ کر فقیری قبول فرمائی۔ وفات سے کچھ روز قبل سُکر کا عالم طاری رہا۔ نماز کے وقت ہوش ہوتا تو نماز کو اچھی طرح ادا فرماتے۔ مرض الموت میں بھی سلسلۂ رشد و ہدایت جاری رہا۔ متعدد مریدین کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ کافی لوگوں کو حلقۂ مریدین میں شامل فرمایا۔ اہل معاصی کو توبہ کراتے رہے۔ یارانِ طریقت کو پاس بلا کر مفید و ضروری نصائح کیں۔ اپنے اکابر کے تبرکات ان کے اہل کو تقسیم فرمائے۔ حضرت سید عبدالرزاق المعروف بہ نورالعین رحمۃ اللہ علیہ کو طلب فرمایا اور ان کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ سید صاحب کے صاحبزادوں کو بھی بلایا۔ اور دعائیں دیں۔ ظہر کے بعد مجلس ذکر و فکر منعقد ہوئی۔ ایک شعر پر حالت غیر ہو گئی۔ تڑپنے لگے اور اسی حالت میں ۱۲۰ سال کی عمر میں ۸۰۸ھ میں انتقال فرمایا۔ مزار کچھوچھہ میں واقع ہے

حضرت شیخ قمرالدین عراقی رح

قدوۃ الاولیاء حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نوراللہ مرقدہٗ کے مرید اور شیخ الاسلام حضرت شیخ زکریا ملتانی نوراللہ مرقدہٗ کے خلیفہ تھے۔ کسی مرض کے سبب پانچ روز تک نہ سو سکے۔ یہی مرض ذریعہ موت بنا وقتِ وصال اپنے صاحبزادے شیخ کبیرالدین رحمۃ اللہ علیہ کو پاس بلایا اور یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی۔

یوم یفر المرء من اخیه و امه و ابیه و صاحبته و بنیه لکل امرئ منهم یومئذ شان یغنیه (سورہ عبس)

ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہو گا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا۔

اس کے بعد کلمہ طیبہ پڑھا اور وصال فرمایا ۸۰ سال عمر بتائی جاتی ہے ۶۸۰ھ میں وفات پائی۔ مزار دمشق میں ہے۔ایک روایت کے مطابق حضرت شیخ الشیوخ حضرت محی الدین ابن العربی نور اللہ مرقدہٗ کے پائنتین میں دفن ہیں۔

حضرت اورنگ زیب سلطان الہند رح

آپ کے دادا جہانگیر مرحوم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے فسق و فجور سے تائب ہوئے — بعد ازاں حضرت خواجہ محمد معصوم سے خود بھی بیعت ہوئے۔ اور اپنے بیٹے شاہجہان کو بھی بیعت کرایا۔ اس نیکی کی برکت سے خدائے تعالیٰ نے حضرت اورنگ زیب جیسا ولی عطا فرمایا۔ آپ بھی حضرت خواجہ محمد معصوم نور اللہ مرقدہٗ کے خاص مرید و صحبت یافتہ تھے۔

حضرت اورنگ زیب علالت کے زمانہ میں بھی نماز با جماعت اور دیگر اوراد و وظائف کا اہتمام فرماتے رہے۔ نزاع کی حالت میں بھی تسبیح و تہلیل سے غفلت نہ برتی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ سفر آخرت کے لیے جمعہ کا دن نہایت خوب و مبارک ہے۔ یہ آرزو پوری ہوئی۔ آپ کی وصیت کے مطابق خلد آباد دکن میں حضرت شیخ زین الدین کے مقبرہ میں دفن کیا گیا ۲۸ر ذیقعد ۱۱۱۸ھ سن وفات ہے۔

حکم و حکمت

جب محمدؐ کو ملا پیغام اَکْمَلْتُ لَکُمْ
کُل ہمیشہ کے لئے شمعِ نبوت ہو گئی

●

آسماں نے حکم کا انعام حکمت کو دیا
حق کی حجت ختم ہو کر حق کی رحمت ہو گئی

●

مصطفیٰ ہیں گلشن توحید، مسلم بوٹے گل
خود وہ ہیں خیر البشر خیر ان کی امت ہو گئی

●

ماہِ نو کی کیا ضرورت بدر کامل کی شبیہ
جب کلام اللہ کی ایک ایک آیت ہو گئی

●

پھر یہ ہم سے پوچھتے ہیں آ رہا ہے کیوں عذاب
اللہ اللہ! آپ لوگوں کی یہ حالت ہو گئی

از:- اختر کاشمیری

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح

ان کی تقریر میں عندلیبوں کا سوز اور شیروں کی گرج تھی

زندگی میں بڑے بڑے خطیبوں کو دیکھا اور بارہا دیکھا لیکن سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رح کو صرف ایک بار دیکھا اور پھر کسی دیکھنے کی حاجت نہ رہی۔ اگر جمود کی ضد حرکت ہے تو حرکت کا اطلاق صرف سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رح پر ہوتا ہے وہ ایک ایسی حرکت تھے جن کے ساتھ ہر شے متحرک ہو جاتی تھی انہوں نے اپنی ۷۱ سالہ زندگی مستعار میں کروڑوں انسانوں کو متحرک بنا دیا اگر تاریکی کی ضد روشنی ہے تو بلاشبہ سرزمین ہندوستان کے تاریک اور سحر زدہ ماحول میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح ہی وہ چراغ تھے جن سے لاکھوں چراغ روشن ہو کر مسجد و منبر کی زینت بنے ایسے بہت سے مقرر دیکھنے میں آئے ہیں جو مجمع کو ہنسانے اور رُلانے پر قادر تھے لیکن اشکوں کے طوفان میں مسکراہٹوں کی تجلیاں اور چیخوں کے شور میں قہقہوں کا امتزاج صرف شاہ جی کے سامعین میں نظر آتا تھا ادھر شاہ جی وارد ہوئے ادھر مجمع ساکت و جامد ہوا۔ ادھر شاہ جی تلاوت شروع کی۔ اُدھر آنسوؤں کی ایک جھڑی برسنے لگی۔ اُدھر شاہ جی نے سر کو ذرا جنبش دی اُدھر مسکراہٹوں کی بجلیاں چمکنے لگیں ادھر شاہ جی نے ایک گرجدار آواز سے پکارا اُدھر پہلو سے دل نکلنے لگے اِدھر شاہ جی نے ذرا لحن داؤدی چھیڑا۔ اُدھر دلوں کی حرکتیں بند ہونے لگیں اِدھر شاہ جی نے ایک لطیفہ چھوڑا۔ اُدھر آہ و فغاں میں قہقہوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا غرض شعلہ و شبنم کا یہ اجتماع بھی صرف شاہ جی رح کے سامعین کا حصہ تھا شاہ جی واقعی شہنشاہ خطابت تھے لفظوں کو موقع محل کے مطابق استعمال کرنا اور فقروں کی نوک پلک سنوارنا ان کے بائیں کی چھوٹی انگلی کے ناخن کی تدبیر کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا۔ روزمرہ ان کی باندی، محاورہ خانہ زاد، اور خطابت لونڈی تھی۔ فی الجملہ اس باب میں وہ یکتائے روزگار تھے ان کی تقریر میں تلواروں

کی جھنکار، جذبۂ ایثار، اخلاق بیدار، زمین کی عاجزی، فلک کا مذاق سرکشی، آفتاب کا تبسم، صبا کا خرام ناز، گھٹاؤں کی رقت، بجلی کی تڑپ، کہکشاں کی بیداریاں، چشموں کی بیتابی، پہاڑوں کی استواری، کانٹوں کی خلش، گلوں کی لطافت پہاڑوں کا استقلال، سمندروں کا سکوت، آتش کی گرمی، دریاؤں کی روانی، نرگس کی حیرانی، عندلیبوں کا سوز، شیروں کی گرج، صوفیوں کا مزاج عارفانہ سب ہی کچھ موجود تھا بخاری ایک ایسا دن تھا جسے آفتاب کی حاجت نہ تھی۔ ایک ایسی رات جسے چاند ستاروں کی ضرورت نہ تھی وہ آن کی آن میں جلسہ گاہ کو قرون اولیٰ کے ماحول میں لے جاتے اور پل جھپکنے کی دیر میں میدان محشر کا سماں پیدا کر دیتے۔ ان کے سامعین کی سوچ و سمجھ کی صلاحیتیں اس وقت تک سلب رہتی تھیں جب تک وہ بخاری کا چہرہ دیکھتے رہتے بخاری کو قتل کرنے کے لئے دشمن بارہا جلسہ گاہ میں آئے۔ لیکن جیب و داماں کی آخری متاع بھی بخاری پر نثار کر گئے بخاری کے سامعین کے دل پہلو سے نکل کر بخاری کے ہاتھوں میں آ جاتے تھے وہ پوری پوری رات انہیں گرماتے اور تڑپاتے رہتے تھے بخاری کی خطابت کی کیفیت کو الفاظ میں بیان کرنا قطعاً ناممکن ہے اصحاب صفہؓ کی سادگی، عثمانؓ کی حیاداری خالدؓ کی جرأت، لقمان کی حکمت، ارسطو کی دانش، حاتم کی سخاوت، سکندر کا دبدبہ، غزالی کا علم و فضل اور فلسفۂ حکمت، امام بخاری کا تقویٰ، ابن حجر عسقلانیؒ کی ذہانت و خطابت، ابن تیمیہ کا علم و تبحر، امام رازیؒ کی عقدہ کشائی شاہ ولی اللہؒ کا فہم و ادراک، شاہ اسمٰعیل شہید کا جلال جھلکتا نظر آتا ہے۔ اس وقت میں ایسے مقام پر بیٹھ کر یہ سطور لکھ رہا ہوں جہاں میرے پاس ایسی کوئی کتاب نہیں جس سے بخاری کا نمونۂ تقریر پیش کر سکوں۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی نصف سے زائد عمر ریل و جیل میں کٹی۔ یہ انہی کا اعجاز تھا کہ اپنے پرائے سبھی کو ساری زندگی گلے لگائے رکھا اور دینی پرچم تلے شیعہ، سنی، بریلوی دیوبندی، اہل حدیث تمام ہی کو اکٹھا کر دکھایا۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

(روزنامہ نوائے وقت ۲۱ اگست ۱۹۷۱ء)

(گذشتہ سے پیوستہ)

صدقات کے اصول

قرآن و سنت کے آئینے میں

علامہ یوسف جبریل

دوسری یہ کہ اسلامی ریاست قانونی سہارا لے کر ازروئے انصاف عفو کا نفاذ کرے۔ عوام اس امر میں اولی الامر کے ساتھ دلی تعاون کریں۔ عفو کے ساتھ اسلامی قانون شریعت بہ تمام و کمال جاری و ساری ہو۔ جزوی قانون عمومی قانون سے اور عمومی قانون جزوی قانون سے اس طرح اثر پذیر ہوتا ہے۔ جس طرح فرد ملت سے اور ملت فرد سے اثر پذیر ہوتی ہے اور اسی طرح اچھی پبلک اچھی حکومت اور اچھی حکومت اچھی پبلک کی ضامن ہوتی ہے اسلامی ریاست کے لئے نظام خلافت لابدی ہے اور خلافت کے لئے اسلامی قانون شریعت لازم ہے۔ اسلامی قانون شریعت کی کامیابی کے لئے دینی اور اخلاقی قدروں کی ضرورت ہے اور دینی اور اخلاقی قدروں کے لئے قرآن و سنت کی تعلیمات ضروری ہیں اسلامی تعلیمات مسلمانوں کے دل و دماغ میں رچ جائیں تو دنیا کی حقیقت ان پر واضح ہو جائے۔ مال و دولت کی ہوس ان کے دلوں سے محو ہو جائے اور آخرت کے طلبگار بنیں۔ یہودیانہ زرپرستی اور سوتیانہ خود غرضی کا اثر ان کے دلوں سے زائل ہو جائے اور ضمیر ان کی صیقل ہو کر مثل آئینے کے چمکے اور اس آئینے میں وہ منشائے ربانی کا عکس مصور دیکھیں۔ اور اس عکس میں دیکھیں کہ تقدیر کو ان سے انسانیت کی رہبری کے لئے کیا توقعات وابستہ ہیں۔

تیسری اور زیادہ قابل عمل صورت یہ ہے کہ عفو کے بالواسطہ حصول کے لئے "دُوْلَۃً" کا پیمانہ نافذ کر دیا جائے۔ یعنی متوسط آدمی کی اوسط آمدنی کا جائزہ لے کر قوم کا معیار اس پر معیّن کر دیا جائے اس معیار سے زائد آمدن کو غربا کے لئے حاصل کر لیا جائے یا دوسرے

کے سرمایہ دار ممالک میں عفو کے
اصولی نفاذ کی صورت بڑی آمدنیوں
پر بڑا ٹیکس لگا کر پیدا کی جاتی ہے
مگر یہ طریق کار کچھ یقینی نہیں ۔
"دولۃ" کے نفاذ سے بڑی املاک
مثلاً کارخانے اور بڑے صنعتی مراکز
وغیرہ سب قومی تحویل میں چلے جائیں
گے کیونکہ ایسی صنعتوں کو چلانے
کے لئے جس قدر سرمایہ کی ضرورت
ہوتی ہے وہ عموماً "دولۃ" کی حدود
سے کہیں زیادہ ہوتی ہے شراکت
کے اصولوں پر چلنے والے کارخانوں
کی بات البتہ اور ہے

عفو کی آیت جب مسلمانوں پر
پہلی بار اتری ۔ تو مسلمان اس پر
دل و جان سے عمل پیرا ہو گئے
اور نہایت دیانت داری سے اور
بہ کمال رغبت اپنا فاضل مال مستحقین
پر خرچ کرنا شروع کر دیا ۔ اور
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ
تَتَفَكَّرُونَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (اسی طرح
اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے ۔
تم دنیا اور آخرت کے کاموں میں غور
کرو) سے اس وقت کے مسلمانوں نے
اس آیت کا ٹھیک یہ مطلب لیا ۔
کہ دنیا میں اپنا فاضل مال اللہ کی
راہ میں خرچ کر کے آخرت کو
خریدا جائے ۔ لیکن جب مہاجرین
کے معاشی حالات سدھر گئے اور
زکوٰۃ کی آیت اتری ۔ تو زکوٰۃ کو
قانونی اور لازمی معیار سمجھ کر عفو
کو انفرادی رضا پر چھوڑ دیا گیا لیکن
رفتہ رفتہ دینی اور ملکی فتوحات اور
صبر و قناعت کے جذبے کی وجہ
سے مسلمانوں کی مالی حالت اس
قدر قابل رشک حد تک اچھی ہو
گئی ۔ کہ عفو کے نفاذ کی ضرورت
کا احساس تک لوگوں کے دلوں سے
مٹ گیا ۔ لیکن زمانے کے مرور اور
معاشی حالات کے تغیر نے آخرکار
وہ حالت بھی پیدا کر دی کہ عفو
کا نفاذ ایک فوری ضرورت تھا مگر
ایسا نہ ہو سکا ۔ نہ ہی "دولۃ" کے
نفاذ کا کوئی اہتمام ہوا ۔ حرمت سود
اور احساس زکوٰۃ کے سوا کسی دوسرے
بنیادی معاشی اصول پر توجہ مبذول
نہ کی گئی ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ
رفتہ مسلمانوں میں ایک نہایت ہی جابر
قسم کا سرمایہ دارانہ جاگیر دارانہ نظام
رائج ہو گیا ۔ اور اس معاشی بے انصافی
پر مبنی نظام نے مسلمانوں کی زندگی
کے دینی اور دنیوی ہر پہلو کو متاثر
کیا ۔ اور مسلمان ایک شدید معاشی جمود
اور ذہنی اخلاقی اور سیاسی بحران کا
شکار ہو گئے ۔ مسلمانوں کی اس بے حسی
اور ابتری کے دوران مغرب میں علمی
سائنسی ۔ معاشی ۔ اخلاقی اور مذہبی
طوفان اٹھے ۔ مگر مسلمان قفس
کی تیلیوں کو توڑ کر باہر نہ نکل سکے ۔

(باقی ص ۱۲۸ پر)

اپیل

ادارہ "خدام الاسلام" تعلیمی، تبلیغی، اصلاحی اور فلاحی بہبود کا ایک غیر سیاسی اور غیر فرقہ وارانہ خالص اسلامی ادارہ ہے۔ ادارہ کے نہایت ضروری تعمیراتی کام (جامع مسجد، دارالعلوم، خدام الاسلام ہائی سکول) کافی عرصے سے رکے پڑے ہیں۔ ادارہ اس وقت چھ ہزار روپے سے زیادہ کا مقروض ہے۔ ملک کے ممتاز مشائخ عظام، علمائے کرام، اسمبلی کے ممبران، وکلاء اور سرکاری افسران نے مخیر حضرات اور ہمدردانِ ملت سے ادارہ خدام الاسلام کے دینی اور فلاحی کاموں میں بھرپور تعاون اور مالی اعانت کی اپیل کی ہے

ادارہ خدام الاسلام میں دیے جانے والے عطیات انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں۔ نوٹیفکیشن مورخہ ۶ نومبر ۱۹۶۸ء نمبرا ۷ (۱۲) آئی ٹی پی، سنٹرل بورڈ آف ریونیو اسلام آباد۔ شائع شدہ گزٹ آف پاکستان ۲۲ نومبر ۱۹۶۸ء

ادارہ کی طرف سے کوئی سفیر مقرر نہیں ہے منی آرڈر مہتمم یا ناظم ادارہ خدام الاسلام آڑہ۔ سہالہ روڈ راولپنڈی کے نام پر آنے چاہئیں۔ اور بنک ڈرافٹ یا کراس چیک صرف انجمن خدام الاسلام کے نام سے ہونا چاہیے عطیات بھیجتے وقت ملاں سے ضرور آگاہ کیا جائے۔

جاری کردہ، مجلس عاملہ انجمن خدام الاسلام (رجسٹرڈ) آڑہ سہالہ روڈ راولپنڈی

بذریعہ ناظم مالیات (قارس) عطاء الرحمن

857

اطلاع

مدرسہ قاسم العلوم ملتان کا جلسہ جو ۱۷، ۱۸، ۱۹ ستمبر کو ہونا تھا۔ بعض وجوہ کی بنا پر ملتوی کر دیا گیا ہے حضرات مطلع رہیں۔

دورۂ تفسیر

یکم شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ سے شروع ہو رہا ہے

قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں اس سال بھی علمائے کرام کا دورۂ تفسیر انجمن خدام الدین کے زیر اہتمام یکم شعبان ۱۳۹۱ھ سے شروع ہوگا۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی حضرت شیخ التفسیرؒ کے طریق پر ربطِ آیات کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر پڑھائیں گے۔

قلم، دوات، قیام و طعام اور کاغذ کا انتظام انجمن کی طرف سے ہوگا۔ کامیاب حضرات کو سید العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مفکر اسلام قائد انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ، محدث اعظم علامۂ زماں سید الاتقیاء حضرت مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، قطب زماں، مفسر کبیر، ولی بے نظیر، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کی دستخط شدہ اسناد دی جائیں گی۔ حسبِ دستور فرقِ باطلہ کی تردید بھی پڑھائی جائے گی۔

نوٹ: شریک ہونے والے علمائے کرام موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔

ناظم انجمن خدام الدین
شیرانوالہ دروازہ، لاہور

مسلمانوں کی تحریک اگر فعالیت کے عوامل سے بے بہرہ نہ ہو جاتی ۔ تو دنیا اس سارے طوفانوں سے بچ جاتی ۔ اور مادہ پرستی کی لعنت انسانیت پر وارد نہ ہوتی ۔ اور نہ ہی اس ارضی جنت کے زندانِ بے در و دیوار میں تبدیلی ہونے کی نوبت آتی۔

سانحہ ارتحال

حاجی نذیر احمد، بشیر احمد صاحبان پروپرائٹر جا اللہ دھر موتی چوک انار کلی بازار لاہور کے والدہ ماجدہ کئی روز بیمار رہ کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ بڑی نیک، پابند صوم وصلوٰۃ تھیں ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر و تحمل عطا فرمائے ۔

(حاجی بشیر احمد)

جلسہ

مدرسہ احیاء العلوم العربیہ رجسٹرڈ ڈپلیوٹ میں بتاریخ ۲۵، ۲۶ رجب المرجب مطابق ۱۶، ۱۷ ستمبر ۱۹۷۱ء بروز جمعرات جمعہ منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری، مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب ساہیوال، مولانا محمد اشرف صاحب ہمدانی، مولانا عبدالمجید صاحب ندیم گوجرانوالہ اور دیگر علماء کرام تشریف لا رہے ہیں۔

(مولانا) محمد حسین مہتمم مدرسہ

فاروق نگر میں یوم دفاع کی تقریب

ولی سوسائٹی پاکستان (رجسٹرڈ) لاہور نے فاروق نگر (نزد شاہدرہ باغ) میں ۶ ستمبر ۱۹۷۱ء کو اپنے جاری کردہ ولی اللہؒ ماڈل سکول کی عمارت میں یوم دفاع میں مقامی حضرات کے علاوہ آس پاس کے دیہات کے بعض معززین بھی شریک ہوئے۔ لاہور سے بھی اکثر حضرات تشریف لے گئے تھے۔

یوم دفاع کی اہمیت اور فریضہ جہاد پر تقاریر ہوئیں اور بتایا گیا کہ جس طرح پاکستان اللہ کے نام پر بنایا گیا ہے۔ ایسے ہی ۱۹۶۵ء کی جنگ بھی اللہ کا نام لے کر کلمہ طیبہ پڑھ کر جیتی گئی ہے۔ جیسے کلمہ پڑھنے والا مسلمان اپنے جسم میں دشمن یعنی شیطان کو دخل دینے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اسی طرح پاکستانی مسلمان اپنے ملک پر دشمن کو قبضہ کرنے کا موقع نہیں دے سکتا۔ یہ ہے یوم دفاع کا پیغام۔

۱۹۶۵ء کی جنگ کے شہدا اور غازیوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا اور شہداء کے ایصال ثواب کے لیے دعا کی گئی۔ اس کے بعد سکول کی عمارت پر پاکستان کا جھنڈا لہرایا گیا۔ اور اس کی سربلندی کے لیے دعا کی گئی۔ پھر جملہ حاضرین بچوں اور بڑوں میں مٹھائی تقسیم کی گئی اور بعد میں مدعوین کو کھانا کھلایا گیا اور چائے سے تواضع کی گئی

ولی اللہ سوسائٹی نے سکول کی عمارت میں ایک ڈسپنسری جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کا بھی اعلان کیا گیا۔ اور یہ بھی بتایا گیا کہ سوسائٹی کے فیصلے کے مطابق کوآپریٹو سٹورز بھی جاری کیے جائیں گے جن میں عمارتی اور دیگر ہر قسم کا سامان مہیا کیا جائے گا۔

موت العالم موت العالم

حضرت مولانا محب اللہ صاحبؒ خطیب جنوبی وزیرستان حضرت مولانا غور غشتی صاحب رحمۃ اللہ کے شاگرد خصوصی اور خلیفہ مجاز ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ قبل از نماز ظہر در نماز تحیۃ الوضوء بقضائے الٰہی اس جہان سے رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف ایک عالم باعمل تھے۔ تمام عمر رشد و ہدایت میں صرف کی رات دن ریاضت الارایا خداوندی میں مصروف رہے۔ وطن کے عوام و خواص آپ سے سیراب اور مستفید ہوتے رہے ہیں۔ نہایت سادہ مزاج تھے۔ آپ کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ ہو تی تھی۔ مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت گھر پر علوم ظاہر و باطن اور زائرین کا ہجوم ہوتا اور حضرت خود فرماتے۔ ایک مرد مجاہد ہونے کی بنا پر آپ کو حاجی مرزا علی خان نے فخر وزیرستان کا خطاب دیا تھا جس کے نعرہ تکبیر سے برطانیہ جیسی جابر حکومت کے دل میں اب تک ناسور ہے۔ حضرت کا انتقال ایک عظیم نعمت کا زوال ہے اور حضرت کو جنت الفردوس نصیب کریں۔ اور پسماندگان کو اللہ صبر جمیل اور ان کا صحیح جانشین بنا دے۔ ہم قارئین خدام الدین سے دعا کی اپیل کرتے ہیں۔ کہ اللہ مرحوم کو جنت الفردوس نصیب کریں ہم حضرت کے اہل و عیال خصوصاً صاحبزادہ محمود الحسن صاحب متعلم دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ غم میں برابر کے شریک ہیں۔

جمعیۃ الطلباء الاسلام دارالعلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک پشاور

toobaa-elibrary.blogspot.com



وز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع

اللہ کے راستے میں

جہاد کرنے والوں کی دعائیں

بہت مقبول ہوتی ہیں

مُجاہدِین و مُبلّغینِ اسلام

امّتِ مسلمہ کی فلاح و سربلندی کے لئے

ہمہ وقت دعا کریں

الملتمس

چوہدری نذیر احمد منیجنگ ڈائرکٹر کوہستان بس سروس لائلپور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۴۳۰۰

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

